



قیمت لاڈ روپے
طلبہ ڈیڑھ روپیہ

مجلس کو چیز اب انصار مجاہدہ اور ادارہ عالیہ محمدیہ کا ترجمان

ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ
کو شائع ہوتا ہے۔

محمد یار الحق قاضی
مدظلہ العالی

جلد ۱۲ بھیرہ پنجاب - بابت جمادی الاول ۱۳۶۰ھ جون ۱۹۴۰ء نمبر ۶

یہ بے توجہی کب تک؟

جوں جوں وقت گزرتا ہے، فتنے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اہل حق بیش از بیش مستعدی سے کام لیکر اہل باطل کے حلوں کو روکنے کی کوشش کرتے، اُلٹا ان کی ہمتیں دن بدن پست سے پست تر ہوتی جا رہی ہیں۔ اگرچہ بے ہماری یہی حالت رہی تو اس کے نتائج کس قدر خطرناک اور ہوش بُبا ہوں گے؟ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

"شمس الاسلام" جس بے باکی اور دلیری کے ساتھ کلمہ حق بلند کر رہا ہے، وہ بفضلہ تعالیٰ اسی کا حصہ ہے۔ حضرات علماء کرام، مشائخ عظام، ماتحت مجاہدین حزب الانصار و فوج محمدی اور عام برادران سلام سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں "شمس الاسلام" کے بکثرت خریدار مہیا فرما کر اس نیک کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں اور اس کو زندہ رکھنے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔ مالی مشکلات اس قدر زیادہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ حضرات کے تعاون کے بغیر رفع نہیں ہو سکتیں۔ (منشی غلام حسین منیر "شمس الاسلام" بھیرہ)

سینما کی ایک رات

(نتیجہ فکر جناب سردار اللہ نواز خاں صاحب بی اے آنرز ضلع ڈیرہ غازیخان)

لے گیا مجھ کو گناہوں کی نمائش گاہ میں !
جس سے ہے ابلیس خود انگشت حیرت دروہاں
مرد اس مکتب میں پڑھتے ہیں گناہوں کی کتاب
ہوشیار رہے خرمن دل ! بجلیاں گرتی ہیں یاں
مشغلہ ہے یہ گناہوں کی اندھیری رات کا !
پارہ پارہ آبروئیں ، ریزہ ریزہ عصمتیں !
پالنگا یا اس کا ہے بے آبروئی نے سراغ
بے چہا پڑھتے ہیں یاں غربانیم کی داستان
آنکشیں جذبات کا دوزخ اُلٹا ہے فرق !
یا کہ روح آدمیت کا معکاب گورہے
عورتیں جاتی ہیں یاں عصمت فروشی کے لئے
مکتب حاضر کے نو پروردہ و دل باختہ
سازیں ڈوبے ہوئے آواز میں ڈوبے ہوئے
عاشقی کی معصیت کو شنی پہ سر دھننے ہوئے
شیشہ ناموس ہو جاتا ہے اکثر پاش پاش
سینکڑوں دوزخ نہاں اس شغل نامحور میں
اس گندگاری سے بھاگ انکی سیہ کاری سے بھاگ
عالم اسلام سے جو ہر سہ پیکار میں
رفتگانِ جادۂ دوزخ کا سازد برگ ہے
قوم کے لیڈر ہیں کس چپاک میں کھوٹے ہوئے
اور پھر قانون کیوں اس باب میں خاموش ہے

کل کرم فرا کوئی مجھ کو بلا تھا راہ میں
اُت گناہ گاری کی ان تاریک راتوں کا بیاں
عورتیں پھرتی ہیں اس دنیائے دوں میں بے حجاب
گیسوؤں کی کالی کالی ناگنیں ڈستی ہیں یاں
کھیل ہوتا ہے یہاں بے کی جبری برسات کا
الامی ! صہبائے تند و تیز کی کیفیتیں
مختصر اس کا ہوا عصمت فروشی کا داغ
رات کو بے شرمیوں کا مدرسہ کھلتا ہے یاں
نوجواں پڑھتے ہیں آکر بے حیائی کا سبق !
کیا کہوں یہ سینہ آدم کا اک ناسور ہے
مرد آتے ہیں یہاں پر بادہ نوشی کے لئے
نوجواں تہذیب نو کے ساختہ پرداختہ
زخمہ در مطرب کے سوز و ساز میں ڈوبے ہوئے
پردہ سیس کی زنجیں داستان سنتے ہوئے
کرتے رہتے ہیں یہاں رنگیں گناہوں کی تلاش
صد جہنم ہیں سینما تیری تار و پود میں
بھاگ ! دور نو کی اس آئینہ دیواری سے بھاگ
الامی ! روج ابلیسی کے کاروبار ہیں !
موت ہے اخلاق کی ، انسانیت کی مرگ ہے
عالمان دیں ہیں کیوں اس دور میں سوتے ہوئے
کیوں حکومت اس سیہ کاری سے غفلت کوں ہے

اہل دنیا کی یہ بے ہودہ شریعت ہے عذاب
قتل آدم جرم ، قتل آدمیت ہے ثواب !

اسلام اور اشتراکیت

چودھری فضل حق صاحب کے خیالات پر سرسری نظر

(۳)

(از مرقب)

مسئلہ وراثتِ انبیاء

چودھری صاحب نے سرمایہ داری کی مذمت کرتے ہوئے اپنی تائید میں وراثتِ انبیاء کا مسئلہ بھی پیش کیا ہے اور لکھا ہے: "نہی جائدادوں کے وارث ہوتے ہیں، نہ وہ ذرہ چھوڑتے ہیں"

جس حدیث کی طرف چودھری صاحب نے اشارہ کیا ہے اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: "مَا تَرَكْنَاكَ مَدَقَّةً" (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے) گویا ترکہ چھوڑنے کی نفی مقصود نہیں، بلکہ اس میں قانون وراثت جاری ہونے کی نفی مقصود ہے۔ چودھری صاحب کے پیش نظر ترکہ چھوڑنے کی نفی ثابت کرنا ہے اور یہ مقصود حدیث کے الفاظ سے ثابت نہیں ہوتا۔

انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں اشت جاری نہ ہونے کی حکمت

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ترکہ میں قانون وراثت نافذ نہ ہونے کی حکمت علامہ عینی رحمۃ اللہ نے "عمدة القاری شرح صحیح بخاری" کی جلد ۱۱ ص ۱۱۱ میں بالفاظ ذیل بیان فرمائی ہے:-

مَحْرَمَ الْمِيرَاثِ عَلَى أَهْلِهِ (یعنی) حضور علیہ السلام کے اقارب

پر میراث اس لئے حرام کی گئی ہے، تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ آپ نے مال اپنے وارثوں کے لئے جمع کر رکھا ہے جیسے کہ صدقات جو آپ کے ہاتھوں پر دنیا میں ہوتے رہے، آپ کے اقارب پر جم گئے ہیں، تاکہ آپ کی طرف اس چیز کی نسبت نہ کی جائے جس سے آپ برت فرما چکے ہیں۔ اسی طرح سب انبیاء درسل علیہم السلام

لَسَلَّا يَطْنُ بِهِ
أَدَّاهُ جَمْعُ الْمَالِ
لَوْ رَكِبَتْهُ لَمَّا حُزِرَا
عَلَيْهِمُ الصَّدَقَاتُ
الْحَارِصَةُ عَلَى يَدَيْهِ
فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْأَيْسَبْ
إِلَى مَا تَبَرَأُ مِنْهُ فِي الدُّنْيَا
ذَكَرَ لَكَ سَائِرُ الرُّسُلِ

اسی کے قریب نزیب علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے بھی "فتح الباری شرح بخاری" کی جلد ۱۱ ص ۱۱۱ میں تحریر فرمایا ہے۔ اس سے یہ قطعاً معلوم نہیں ہوتا کہ انبیاء یا غیر انبیاء کے لئے ترکہ چھوڑنا فی نفسہ کوئی بری چیز ہے، بلکہ اس کا منشا صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دامن جنتیات و تقویٰ کو مخلوق کی بدگمانیوں کے خار زاریں الجھنے سے بچایا جائے۔

عام مسلمانوں کے لئے حضور کا حکیمانہ ارشاد

عدم میراث کا مسئلہ خصائصِ انبیاء میں سے ہے۔ اس سے نتیجہ نکالنا کہ یہی حکم عام مسلمانوں کے لئے بھی ہے چودھری صاحب کی زبردستی ہے۔ "خصائص" کو "قانون" نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ قانون وہی ہے، جو قرآن حکیم نے عام مسلمانوں کیلئے

(۴۶) "آپ اگر پاکبازی یا اولیائی کا رتبہ آج حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دو قلمد بنئے" (منقول از "الاصلاح" ۹ دسمبر ۱۳۶۰ء ص ۷۷ کالم ۲)

نیکی کا معیار ربروئے انجیل

یہ تو آپ نے ادھر پرستوں کا عقیدہ سنا اب تصویق کا دھڑلہ رخ ملاحظہ فرمائیے :-

"تب یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے، بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سونے کے ٹاکے سے گند جانا اس سے آسان ہے کہ ایک دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو" (متی باب ۱۹ - آیت ۲۴-۲۵)

اول تو موجودہ انجیل محرف ہیں، قابل اعتماد نہیں اور اگر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اس تعلیم کا انتساب مطابق واقعہ بھی ہو، جب بھی یہ قوی تعلیم، انسانی زندگی کے اُس جامع اور کامل ترین دستورِ عمل کی اساس و بنیاد قرار نہیں پاسکتی جو مژدہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔

چودھری صاحب کا انجیلی وعظ

لیکن چودھری صاحب انجیل سے ہدایت پاکر مسلمان کو آج تقریباً دو ہزار سال پہلے کی ہنگامی تعلیم کا پابند بنانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

"آراء کا دل نیکی کا منجر ہوتے ہیں ان میں اسلام و مذہب کی کھیتی - سبز نہیں ہوتی..... ہر نیک انسان نے بھیسر افلاسی قبول کیا۔ کیوں کہ اس کے بغیر اخلاص پیدا نہیں ہوتا" (ذمزم "۲۳ مارچ ۱۳۶۰ء ص ۷۷ کالم ۲)

تو ہمیں تاریخ و سیر اور اوقات کی روشنی میں انشاء اللہ

"سوشلزم کی بنیادیں اس فلسفہ مادیت پر قائم کی گئی تھیں، جو ہیکل کے دلفتنی فلسفہ سے مرکب ہوا" (کتاب لینن" مترجم ڈاکٹر اشرف ص ۱۸)

مشرقی صاحب کے نزدیک "اولیائی" کا معیار

اس خصوص میں مشرعیانیت اللہ مشرقی بانی تحریک خاکساری کا عقیدہ بھی مادہ پرستوں کے عقیدہ سے ملتا جلتا ہے۔ مشرقی صاحب سے ایک "جانناز" نے دریافت کیا کہ جس شخص کے پاس منقولہ یا غیر منقولہ جائداد نہ ہو، وہ "پاکباز" بن سکتا ہے یا نہیں؟ (واضح رہے کہ مشرقی صاحب کی اصطلاح میں "پاکباز" وہ شخص ہے جو اپنی جائداد "ادارہ علیہ" کو بخش دے اور ادارہ علیہ سے مشرقی صاحب کی اپنی تصریح کے مطابق خود ان کی ذات مراد ہے جس میں کوئی اور شخص شریک نہیں) تو مشرقی صاحب نے جو جواب دیا اس کے چند عجائب روزگار فقرے حسب ذیل ہیں :-

(۱) "بہن! آجکل اس دنیا پرستی کے زمانہ میں ایمان مضبوط اسی کا دیکھتا ہوں جس کے پاس کھانے پینے کا سامان دافر ہو" (کھاتے پیتے سرسکندر کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ قاسمی)

(۲) "بیچارے مولوی اسی لئے رہنمائی کے قابل نہیں

رہے کہ باسی ٹکڑوں پر آگئے ہیں" (لطف یہ

کہ "قول فیصل" میں "موجودہ مولوی اور دین اسلام"

کے عنوان کے ماتحت "مولویوں" کے "سوکھے

ٹکڑوں" کا مدح اور تعریف کے رنگ میں ذکر

کرتے ہیں - قاسمی)

(۳) "آجکل مسلمانوں کو صحیح راہ بھی دہی دکھا سکتا

ہے، جو خود کھانا پیتا ہو" (تو پھر "سرسکندر

زندہ باد" کا نعرہ بلند کرنے میں کیا دیر ہے؟ قاسمی)

انسان بھی ایک غریب کی طرح ایمان اور نیک کردار کی بدولت خدا کا محبوب بن سکتا اور اس کے دل میں بھی اسلام و مذہب کا پودا نشوونما پا کر برگ و بار لاسکتا ہے۔ ہاں جو دولت مذہبت و دنائت، بھل و اساک، حرص و ہوس، رعوت و تکبر اور اسی قسم کے دیگر ذمائم و زرائل کا خوگر ہو۔ جو دود گرم، سخاوت و فیاضی، مروت و احسان، اور فرض شناسی کے جوہر سے محروم ہو۔ اس کا مل یقیناً نیکی کا خیر ہے جس میں اسلام و مذہب کی کھیتی سرسبز نہیں ہوتی۔

فقر و غربت کے دو پہلو

لیکن اس قسم کے تنگ انسانیت الداروں کی مخالفت کے جوش میں اخلاص اور نیکی کا معیار اخلاص کو قرار دے دینا بھی تو قرین دانش نہیں۔ اول تو "افلاس" کی وجہ قرآن و حدیث میں کہیں نہیں آئی۔ یہ چودھری صاحب ہی کی ایجاد ہے اور اگر یہ تاویل بھی کر لی جائے کہ چودھری صاحب کی مراد "افلاس" سے "فقر و غربت" ہے جس کی مدح میں بعض روایات مروی ہیں تو یہ عرض کر دینا کہ بیشک روایات میں فقر و غربت اور فقر و غریب کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے فرائض ... ان کے اغنیاء (دو لتمندوں) سے جنت میں پہلے داخل ہوں گے، لیکن ان روایات کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام کی یہ دعائیں بھی تو منقول ہیں (۱) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُؤْسِ وَالتَّيْأُسِ "اے اللہ میں غلے اور افلاس سے تیری پناہ چاہتا ہوں" (۲) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَ الْكُفْرِ وَ الْفُسُوْقِ "اے اللہ میں فقر اور کفر اور فساد سے تیری پناہ چاہتا ہوں" اور یہ بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ارشاد ہے کہ "كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا" (یعنی "قریب ہے کہ فقر کفر کا ذریعہ ہو جائے") پس احادیث کو ایک آنکھ سے دیکھنا اور دوسری کو بند کر لینا کسی وسیع النظر مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا ہے۔

بتأمل گا کہ ہر نیک انسان کے متعلق "مفلس" ہونے کا ادعا کہاں تک صحیح ہے؟ فی الحال اس قدر عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ چودھری صاحب نے نیکی کا معیار قائم کرنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے

اسلام کی راہ اعتدال

نیکی جس طرح مال و دولت کی فراوانی میں منحصر نہیں۔ اسی طرح افلاس و تنگ دستی پر بھی اس کا انحصار نہیں ہے۔ "افلاس" کا تعلق قلب سے ہے "افلاس" یا مال سے نہیں۔ اگر ایک مالدار شخص خدا کی دی ہوئی دولت کو اس کے احکام کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ تقویٰ سے کام لیتا ہے۔ اعمال صالحہ کرتا اور بُرے کاموں سے بچتا ہے تو وہ صالح اور خدا کا محبوب ہے اور اس کا مال بھی صالح ہے میرے اس دعویٰ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب ذیل دو حدیثیں شاہد ہیں:-

(۱) "يُحِبُّ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ"

(منقول از "مظاہر حق" جلد ۴ ص ۲۸) (یعنی)

"صالح مال صالح مرد کے لئے اچھا ہے"

(۲) "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ النَّحِيْءَ الَّذِيْ اَلْعَنَى الْخَنِيْءَ"

(رواہ مسلم) (منقول از مشکوٰۃ شریف باب احتیاج

المال والعمر للطاعة) (یعنی "اللہ تعالیٰ محبوب کھتا

ہے اُس مالدار بندے کو جو متقی اور پوشیدہ طور پر

خدا کی راہ میں مال صرف کرنے والا ہو"

متقی مالدار کی مدح کے اس انداز کو (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوسری حدیث میں اختیار فرمایا) دیکھ کر بعض بزرگوں نے یہ رائے قائم فرمائی کہ "فقیر صابر" سے "متقی شاکر" افضل ہے۔ لیکن اس باب کی تمام احادیث کے مجموعہ پر نظر کر کے اکثر علما کی رائے یہ ہے (اور یہی قابل اعتماد بھی ہے) کہ "متقی شاکر" سے "فقیر صابر" کا درجہ زیادہ ہے۔ افضل و مفصول کی بحث سے قطع نظر یہ امر بہر کیف ثابت ہوا کہ ایک دولت مند اور مالدار

افلاس کا تاریک پہلو

مضمو علیہ السلام کے ان حکیمانہ ارشادات کو سامنے رکھنے کے ساتھ واقعات پر بھی ایک نگاہ ڈالئے، تو آپ کو افلاس کا تاریک ترین پہلو بھی نظر آجائے گا۔ میں پوچھتا ہوں کہ ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کی دعوت تبلیث پر سرمایہ داروں نے لبیک کہا، یا افلاس کے مارے ہوئے انسانوں نے؟ ملکنا را چو تلو کا ارتداد افلاس کا کرشمہ تھا، یا دو لہندی کا؟

دور کیوں جائیں، مجلس احرار اسلام کو سخت ترین مشکلات میں پھنسانے کا سبب قریب غریبہ ہوئے یا ارباب دولت؟ سب جانتے ہیں کہ جب تک صرف طبقہ اُمراء مجلس کی مخالفت کرتا رہا، مجلس کا کچھ بھی نہ بگڑ سکا اور جب شہید گنج ایچی ٹیشن میں غریب طبقہ مالداروں کے سنہری جال کا شکار ہو کر مجلس کی مخالفت کے لئے کھڑا ہو گیا، تو وہ نقصان پہنچا کہ آج تک نہ پہنچ سکا تھا۔ خود چودھری صاحب کو اقرار ہے کہ:-

”غریب عوام کے راستے میں اگر مشکل ہے تو ان لوگوں کی پیدا کردہ ہے، جو خود غریبوں کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں (چودھری صاحب! آپ تو ”طبقات“ کے سرے سے خلاف ہیں، لیکن یہاں آپ غریبوں کا طبقہ تسلیم فرما رہے ہیں، یہ کیا؟ قاضی) لیکن حمایت سرمایہ داروں کی کرتے ہیں“ (ازمزم ۲۳، مارچ ص ۷۷ کا کالم ۷۷)

پس نہ سب غریب اچھے ہیں نہ سب بُرے۔ نہ تمام امیر نیک ہیں نہ تمام بد۔ سرمایہ داری نہ مطلقاً مذموم ہے نہ فقر و غربت مطلقاً پسندیدہ۔ فقر و غربت کے ساتھ ایمان، صبر اور قناعت کی خوبیاں موجود ہوں، تو غربت قابل تعریف ہے اور دولت مندی کے ساتھ ایمان، شکر نعمت، اور فرض شناسی کے اوصاف پائے جائیں، تو دولت مندی باعثِ رحمت اور اگر یہ صفات مفقود ہوں، تو غربت اور دولت مندی دونوں باعثِ عیب۔ چودھری صاحب کے تمام مفروضات و تخیلات کی بنیاد

غربت اور دولت مندی کے غلط تصور پر قائم ہے۔ اس لئے میں اس مسئلہ پر قرآن پاک روشنی میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد انشاء اللہ العزیز چند قسطوں میں زیر بحث مسائل پر اظہار خیال کروں گا۔ اور سب سے آخر میں چودھری صاحب کے اُن اعتراضات کا جواب دوں گا جو انہوں نے میرے مضمون پر وارد فرمائے ہیں۔

(۴)

قرآن پاک میں مال و دولت کی جابجا مدح بھی فرمائی گئی ہے اور ندرت بھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مال و دولت اور فقر و غربت فی نفسہ نہ نیکی ہے نہ برائی۔ بلکہ ان کا محمود و مذموم ہونا عوارض کی وجہ سے ہے۔ یہ چیز قرآن پاک ہی سے ثابت ہے۔ چند آیات ملاحظہ فرمائیے:-

قرآن مجید میں مال کی مَح

(۱) ”قُلْ مَا أَتَقَفَّيْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ لِلْيَسْخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَابْنِ السَّبْعِ (ب) بقرہ آیت ۲۸“

(۲) ”وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا نَفْسِكُمْ وَ مَا تَنْفِقُونَ إِلَّا أَنْتُمْ عَاءً وَجْهَ اللَّهِ وَ مَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يَبْقَىٰ وَ إِيَّاكُمْ وَ أَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ۝“ (ب) سورہ بقرہ آیت ۲۷۲)

(۳) ”كُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا ذَكَرْتُمُ آخِذًا بِالنَّفْسِ وَ أَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ۝“ (ب) سورہ بقرہ آیت ۲۷۲)

”آپ فرمادیجئے کہ جو کچھ خیر (یعنی مال) تم کو صرف کرنا ہو، سو مال باپ کا حق ہے اور قربت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور سافرا کا“

”اور جو کچھ مال تم خرچ کرتے ہو، اپنے فائدے کے لئے خرچ کرتے ہو اور تم کو کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے۔ بجز ذاتِ پاک حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے اور جو ”خیر“ مال خرچ کرتے ہو وہ سب تم کو پورا پورا مل جائے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہ کی جائے گی“

”تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے۔ بشرطیکہ کچھ ”خیر“ یعنی مال بھی ترک

آیت ۱۹) اس کا جس میں انہوں نے نخل کیا۔
 (۲) "وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَنْصُرَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ
 فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا ۝
 هُمْ مَّعْرِضُوْنَ ۝ (پارہ ۹ سورۃ التوبہ آیت ۱۷)

"اور ان میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے (مال) عطا فرمائے تو ہم خوب خیرات کریں اور خوب نیک کام کیا کریں۔ سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے (مال) عطا کیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کرنے لگے اور وہ تو گردانی کے عادی ہیں۔"

ان آیتوں میں سرمایہ داروں اور مال داروں کی مذمت کی گئی ہے۔ لیکن مالدار ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ ان کے بخل و انصاف اور خدا کے احکام سے روگردانی کرنے کی وجہ سے۔ "ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے ہو اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر رکھا جاتے ہو اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔"

ان آیات میں بھی مجبور و سرمایہ داری کو مذموم قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ مال کی محبت کے اُس درجہ کی بُرائی بیان فرمائی گئی ہے جس کا نتیجہ بندوں کے حقوق سے اغراض ہے۔ اب بنی وہ آیتیں نقل کرتا ہوں، جن کو چودھری صاحب نے ۳۳ مئی کے "زمزم" میں سرمایہ داری کے خلاف پیش کیا ہے۔ اور ان کا تعلق اوپر کے عنوان سے بھی ہے۔ ان آیتوں کی نسبت کچھ گزارشات تو ہیں اُس وقت پیش کروں گا۔ جب چودھری صاحب کے اعتراضات کا جواب دوں گا۔ فی الحال عنوان بالا کی مناسبت سے چند باتیں یہاں بھی عرض کئے دیتا ہوں۔

میں چھوڑا ہوا، تو والدین اور اقارب کے لئے معقول طور پر وصیت کرے۔

ان آیات میں مال کو "غیر" فرمایا گیا ہے۔ اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اس کی راہ میں صرف ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ مالدار میں بھی قابلِ تعریف ہی ہوگا جس کا مال اس صفت سے متصف ہو۔ آخری آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وارثوں کے لئے مال چھوڑنا برائی نہیں بلکہ "غیر" ہے۔ (۴) پارہ ۴ سورۃ النساء کی پانچویں آیت میں مال کو "قیمًا" (مایہ زندگی) فرمایا گیا ہے۔ اس سے بھی مال کی طرح ظاہر ہے۔

مال اور مالداروں کی مذمت اور اس کا سبب

اب دوسری طرف ان چند آیات قرآنیہ کا مطالعہ کیجیے۔ جن میں مال اور مالداروں کی بُرائی بیان فرمائی گئی ہے۔ یہ آپ کو ان آیات ہی سے معلوم ہو جائے گا کہ مذمت کا سبب کیا ہے؟

(۱) وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنَّهُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (پارہ ۴ سورۃ آل عمران)

"اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز دولت میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لئے اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت ہی بُری ہے۔ وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنائے جائیں گے۔"

اسد یہ حکم اُس وقت تک کے لئے تھا کہ وارثوں کے حصے مقرر نہ ہوئے تھے۔ آیت میراث کے نازل ہونے کے بعد وارثوں کے لئے وصیت کی ضرورت باقی نہ رہی۔ ہاں غیروارثوں کے لئے مال کے تہائی حصہ میں وصیت کی اجازت اب بھی باقی ہے۔

(قاضی)

آیت کنز

(۴۴) وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ
الذَّهَبَ وَالْفِصَّةَ وَلَا
يُنْفِقُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ
يَوْمَ يُخْفَىٰ عَلَيْهِمَا فِي بُيُوتِهِمْ
ذُخْرُهُمْ فَتُكْوَىٰ بِهِمَا مِنْ
فَوْقِهَا نَارُ اللَّهِ مُرْسِلَةٌ
مُتَسَلِّطَةٌ فَتَصَدِّقُهَا
النَّارُ فَأُتُوهُم بِهَا مِنْ
بَيْنِ يَدَيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ
وَأُتُوهُم بِهَا مِنْ كُلِّ
جَانِبٍ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ
تَكْنِزُونَ (پارہ ۱۰
سورۃ التوبہ آیت ۳۴)

"اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر رکھتے
ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ
نہیں کرتے، سو آپ ان کو ایک بھری
دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے جو اس
روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی
آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے ان
لوگوں کی پیشانیوں اور انکی گردنوں
اور انکی پشتوں کو داغ دیا جائے گا۔
یہ وہ ہے جسکو تم نے اپنے واسطے
جمع کر کر کے رکھا تھا۔ سو اپنے جمع
کرنے کا مزہ چکھو"

اور اُسے خدا تعالیٰ کے احکام کے مطابق خرچ نہ کرے، تو جہنم
کی وعید ایسے ہی انسان کے لئے ہے۔ یہ وعید اُس والد
مسلمان کے لئے قطعاً نہیں ہے۔ جو خدا کے واجب کئے
ہوئے حقوق ادا کرتا ہے۔ چودھری صاحب نے جو یہ لکھا
ہے کہ :-

"قرآن اولیٰ کا ایک گروہ سورۃ توبہ کی کنز والی
آیت کے ایک حصہ (وَلَا يَنْفِقُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)
میں پناہ لیتا تھا۔ وہ روزانہ خرچ کرنے کی بجائے
مناسب وقت پر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ارادہ
سے مال جمع کرتے تھے" (زمزم ۳۳ مئی ص ۱۷۷ کالم ۱۷)
تو اگر اس سے چودھری صاحب کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ
کرامؓ "مناسب وقت پر سارا مال خدا کی راہ میں خرچ کر دینا
ضروری سمجھتے تھے، تو یہ صحیح نہیں۔

ہر سرمایہ دار جہنمی نہیں

مسلمان حقوق واجبہ (زکوٰۃ وغیرہ) کی ادائیگی کا مکلف ضرور
قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ نفلی صدقات و خیرات اور ہر و احسان
کی ترغیب بھی آئے دی گئی ہے لیکن وہ اس کا مکلف نہیں ہے
نہ وہ اس کا مکلف ہے کہ ساری دولت خدا کی راہ میں نسا دے۔
صدیق اکبرؓ کا سادہ گروہ رکھنے والا کوئی انسان اگر اس درجہ
کا ایثار بھی کر گذرے تو اس کے قابل مدح ہونے میں شبہ
کیا ہے؟ نہ اس سے مجھے انکار ہے۔ بحث تو صرف چودھری
صاحب کے اس نظریہ میں ہے، جس کو وہ مختلف الفاظ میں
بطور اصول بار بار دہرا رہے ہیں کہ :-

"جن پر دنیا سے دین زیادہ غالب تھا، انہوں نے
مسکین رہنا پسند کیا۔ مال و دولت کی آگ سے ان
بچا کر رکھا" (زمزم ۳۳ مئی ص ۱۷۷ کالم ۱۷)

میں بتانا چاہتا ہوں کہ مال و دولت نہ تو مطلقاً "آگ" ہے
نہ ہر سرمایہ دار "جہنمی" ہے۔ نہ ہر دولت مند کی نسبت یہ کہا

ان آیات میں "اکنزاز" (سونا چاندی جمع کرنے) پر دوزخ
کی وعید فرمائی گئی ہے، لیکن جیسا کہ خود آیات کے الفاظ سے
خفا ہر بے مطلق اکنزاز پر نہیں، بلکہ اُس کنز و اکنزاز پر وعید
ہے جس کے ساتھ "انفاق فی سبیل اللہ" نہ پایا جائے۔ میں
نے اپنے مضمون کی قسط اول میں جس اکنزاز کو خلاف اسلام
بتایا ہے، اس سے یہی مراد ہے۔

مال کا جمع کرنا مطلقاً حرام نہیں

درہ مطلق کنز و اکنزاز مذموم و حرام نہیں ہے۔ نہ چودھری صاحب
اس کو کسی آیت و حدیث سے ثابت کر سکتے ہیں۔ اس کے
خلاف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و حضرت خضر علی نبیتنا و
علیہما الصلوٰۃ والسلام کے قصص میں "کنز" کو "مرحمۃ"
بین ربک" فرمایا ہے (ملاحظہ ہو پارہ ۱۴ سورہ کہف آیت
۶۷) حضرت امام غزالیؒ نے اس آیت سے مال کی جمع پر استدلال
کیا ہے (احیاء العلوم جلد ۳ ص ۱۷۷)
بہر حال اگر انسان مال و دولت صرف جمع ہی کرتا جائے

جاسکتا ہے کہ اس پر دین سے زیادہ دنیا کا رنگ غالب ہے۔ یہ مفہوم جو چودھری صاحب اپنے زورِ قلم سے پیدا کرنا چاہتے ہیں، نہ آیت کثر سے نکلتا ہے نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان فرمایا ہے بلکہ جو مفہوم حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا اور جس کو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا، اس سے چودھری صاحب کے نظریہ اور بیان کردہ مفہوم کی غلطی صاف طور پر واضح ہوتی ہے۔ ذیل میں چند احادیث و روایات ملاحظہ فرمائیے:-

”کثر“ کے حُرُود

(۱) ”عن ابن عباسؓ قال لما نزلت هذه الآية وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كَبُرَ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فقال عمرؓ انا اقرب ج عنكم فانطلق فقال يا بنی الله انك كبر على اصحابك هذه الآية فقال ان الله لم يعرض الزكاة الا ليطيب ما بقى من الكرم وانما فرض المواريث وذكرك كلمة لتكون لمن بعدك فقال فكبر عمرؓ الخ“ (منقول از مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوة فصل ثانی کی حدیث اول)

”حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب آیت وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اُتِی، تو یہ آیت مسلمانوں کو بھاری معلوم ہوئی، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تمہارے اس اشکال کو دور کرتا ہوں یہ کہمکہ حضورؐ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! یہ آیت آپ کے صحابہ پر بھاری ہوئی، جعفرؓ نے فرمایا کہ زکوة اسی لئے فرض کی گئی ہے کہ تمہارے باقی ماندہ اموال کو پاک کرے اور اسی لئے میراث بھی فرض کی گئی ہے اور کہ فرمایا ایک کلمہ تاکہ ہو میراث تمہارے بعد انبیاءؑ کے لوگوں کیلئے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضورؐ کا یہ ارشاد سنا کہ اہم اشکال کے رفع ہونے پر خوشی سے) تبکیر کا نعرہ بلند کیا“

مولانا قطب الدین خاں بن محمد محی الدین احراری شاکر و رشید مولانا شاہ محمد اسحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اس حدیث کا ترجمہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:-

”پس آیت مذکورہ میں جو وعید آئی ہے مال کے جمع کرنے پر، تو وہ اسی صورت میں ہے کہ زکوة نہ دے اور اگر زکوة دے کر جمع کرے، داخل اس وعید میں نہیں“ (مظاہر حق جلد ۷ ص ۱۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آیت وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

(۲) ”من کتھا فخلہ یؤذ نرکولتھا فویل لہ انما کان ہذا قبل ان تنزل الزکوة فخلما نزلت جعلھا اللہ طھرا للاموال“ (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۷۱ کتاب الزکوة)

”جو شخص سونا چاندی جمع کرے پھر اس نے اس کی زکوة ادا نہ کی، تو اس کے لئے خرابی ہے۔ جمع کی نعمت زکوة کا حکم نافذ ہونے سے پہلے تھی پس جب آیت زکوة اُتری تو اللہ تعالیٰ نے اس کو باقی ماندہ اموال کو پاک کرنے کا ذریعہ بنا دیا“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے بعد اب دوسرے حلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفسیر اور ائمہ دین کے ارشادات سنئے!

(۳) ”واعلموا ان الكنز المستحق علیہ الوعید کل مال لکم تؤذ نرکولتھا وکل مال اذیت نرکولتھا فلیس بکنز وان کان تحت سبع ارضین“ (رواہ ناظم عن ابن عمرؓ ورمی عن ابن عباسؓ جابرؓ وادابہر مریۃ سے بھی موقوفاً)

”اس بات کو جان لے کہ جس ”کنز“ پر وعید عائد ہوتی ہے۔ اس سے وہ مال مراد ہے جس کی زکوة ادا نہ کی جائے اور جس مال کی زکوة ادا کر دی جائے وہ ”کنز“ نہیں۔ اگرچہ سات زمینوں کے نیچے مدفون ہو۔ اس کو نافع نہ بنے“

حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور اسی کے نوافق ابن عباسؓ جابرؓ وادابہر مریۃ سے بھی موقوفاً

محترم چودھری صاحب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصریحات اور علمائے اُمت کی تحقیقات کی موجودگی میں میرا دماغ کا دماغ ہے کس شمار میں؟ اور ہمارے فہم تاراس کی قد و قیمت ہی کیا ہے؟ ہم جب تک مسلمان کہلاتے ہیں، ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض کے فہم عالی کے مقابلہ میں اپنے نام نہاد فہم کو بیچ ہی ماننا پڑے گا۔

چودھری صاحب کے دو غلط دعوے

چودھری صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں:-

"اسلام ہر قسم کی سرمایہ داری کا کھلا دشمن ہے"

(زمزم ۲۳ مارچ ص ۷۷ کالم ۱۷)

لیکن آپ کو قرآن و حدیث کی تصریحات اور اقوال صحابہ سے (جو اوپر نقل کئے گئے) معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ یہ نظریہ غلط ہے اسلام ہر قسم کی سرمایہ داری کا دشمن نہیں، بلکہ صرف اس دولت کا دشمن ہے، جو ناجائز اور حرام طریقوں سے حاصل کی جائے اور حقوقِ داعیہ اداء کئے جائیں۔

چودھری صاحب کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ:-

"ہر نیک انسان نے عمر بھر افلاس قبول کیا کیونکہ

اس کے بغیر اخلاص پیدا نہیں ہوتا"

(زمزم ۲۳ مارچ ص ۷۷ کالم ۱۷)

یہ کلمہ بھی غلط اور واقعات کے خلاف ہے حضرات صحابہ کرام سے زیادہ نیک اور کون ہوگا جن کی شان میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

"اصحابی کالنجوم بایتھما اقتدیتہم

اھتدیتہم" (یعنی میرے صحابہ ستاروں

کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے

پہایت پاؤ گے)

آس کے باوجود ہمیں حدیث و سیرا و تاریخی کتابوں

د مرفوعاً و عن عمر بن الخطاب اتي مال اديت نركوته فليس يكنز دان كان مدفوناً في الارض" (یعنی شریح بخاری جلد ۳ ص ۲۵)

علامہ عینی شارح بخاری فرماتے ہیں:-

"یہ معلوم ہے کہ کنز وہ مال ہے

اگرچہ ہزاروں تک پہنچے جب

اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے، تو

وہ کنز نہیں اور نہ اس کے

مالک پر اس کا کنجاز (جمع کرنا)

حرام ہے۔ کیونکہ اس پر وعید نہیں

آئی۔ وعید تو صرف اس کنز پر ہے

جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے"

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری شریح

بخاری کی جلد ۳ ص ۱۷ میں جہور کا یہی مسلک نقل فرمایا ہے

میں نے اختصار کو مد نظر رکھ کر صرف چند حوالے نقل

کئے ہیں۔ ورنہ اس باب میں بکثرت حوالے پیش کئے جا سکتے

ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ میں مال سے حقوقِ داعیہ

ادا کر دیئے جائیں۔ وہ خواہ کس قدر بھی زیادہ موجود ہو، آیت

کنز کی وعید میں ہرگز ہرگز داخل نہیں ہے پس چودھری

صاحب کا آیت کنز سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ٹھہرا کہ:-

"کم از کم میرا دماغ قویہ قبول نہیں کرنا کہ ان

اقتصادی حدود کو قائم رکھ کر بجز شرعی مسکین کے

کسی اور صورت میں انسان رہ سکتا ہے" (زمزم ۲۳ مارچ

ص ۱۷)

عہ "شرعی مسکین" سے چودھری صاحب کی مراد مفلس ہے حالانکہ

یہ شریعت کی تعلیم نہیں شریعت نے جس مسکنت کی تعلیم دی ہے

اس سے مراد تواضع ہے۔ (قاضی)

”دولتمند صحابہ“ (۲)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

”آپ حبیب القدر صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جب آپ کا ترکہ تقسیم کیا گیا، تو غیر منقولہ جائیداد کے علاوہ صرف نقد رقم کے آٹھویں حصہ میں سے آپ کی چار بیویوں کو ۸۰-۸۰ ہزار دینار ملے اور آپ کی غیر منقولہ جائیداد میں سے ہر بیوی کو جو حصہ ملا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ کی ایک بیوی ناصر بنت الاصبغ نے جب اپنا حصہ فروخت کیا تو وہ ایک لاکھ میں بچا۔ آپ نے ترکہ میں سونے کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں چھوڑیں کہ وہ کلباڑیوں سے کاٹ کاٹ کر داروں پر تقسیم کی گئیں اور کٹنے والوں کے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے بھی ترکہ میں چھوڑے جو آپ کے داروں پر تقسیم کئے گئے“ (رسالہ مذکور ص ۱۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک کے لئے دعا فرمائی تھی کہ:-

”اللَّهُمَّ اكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَادْخُلْهُ الْجَنَّةَ“ (یعنی اے اللہ! انس بن مالک کے مال اور اولاد میں زیادتی عطا فرما اور ان کو جنت نصیب کر) اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس کو انصار میں سب سے زیادہ دولت دی۔ آپ بکریوں کی تجارت فرماتے تھے، مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ بکریاں کتنی ہیں اور ملازم کتنے؟ بار بار ایسا ہوا کہ آپ کسی طرف نکل گئے، تو جگہ میں بکریوں

میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں، جن سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بعض حضرات صحابہؓ نے لاکھوں روپے کمائے۔ خدا کی راہ میں بھی خرچ کئے اور وہ اپنے داروں کو بھی غنی چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

بلاشبہ بعض صحابہؓ نے فقر بھی اختیار فرمایا ہے (اس پر مختصر سی بحث انشاء اللہ آئندہ قسط میں کروں گا) ان کی زندگی بھی ہمارے لئے مشعل ہدایت ہے، لیکن اس سے نتیجہ نکالنا کہ مال اور سرمایہ صحابہؓ کرامؓ کے نزدیک ”شجرہ ممنوعہ“ کی حیثیت رکھتا تھا سخت درجہ کی غلطی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے تمول کی چند مثالیں

چودھری صاحب غصتہ کو تھوک کر جو زمانہ حال کے سرمایہ داروں کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے ان کے دل میں پیدا ہو چکا ہے، انصاف کی نظر سے ذیل میں صرف چند صحابہ کرامؓ کے تمول کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں اور بتائیں کہ اگر اسلام کے رو سے ہر قسم کی سرمایہ داری ”نا جائز اور حرام“ ہے، تو ان حبیب القدر صحابہؓ نے اسلام کی اس اہم تعلیم کو کیوں نظر انداز کر دیا؟ یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ کیا ان صحابہؓ کے پیش نظر آیت ”کنز“ نہ تھی جس کی بناء پر بقول آپ کے انسان ”شرعی مسکین“ بننے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

آپ دنیائے اسلام میں عثمان فقیر یا ”عثمان مفلس“ کے نام سے متعارف نہیں ہیں، بلکہ عثمان غنیؓ کے نام سے مشہور ہیں۔

”آپ نے خدا کی راہ میں لاکھوں روپے خرچ کرنے کے باوجود اپنے انتقال کے بعد داروں کے لئے ڈیڑھ لاکھ دینار، تین کروڑ دہم نقد، اور ایک ہزار اونٹ، اور بہت سی غیر منقولہ جائیداد چھوڑی“ (منقول از رسالہ

نتیجہ بحث

صحابہ کرام کے متول کی مثالیں کثرت کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہیں، جن کا کوئی اہل علم انکار نہیں کر سکتا۔ اختصار کے پیش نظر صرف چند مثالوں پر کفایت کی جاتی ہے۔ ان مثالوں سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ مطلق سرمایہ داری معیوب نہیں، نہ مال کا جمع کرنا مطلقاً حرام ہے۔ اگر (۱) دولت حلال طریقوں سے کمائی جائے۔

(۲) زکوٰۃ وغیرہ حقوق واجبہ باقاعدہ ادا ہوتے رہیں۔

(۳) مرنے کے بعد ترکہ اسلامی احکام کے مطابق وارثوں میں تقسیم ہوتا رہے۔ تو اسلام ایسی سرمایہ داری کا مخالف ہے نہ دشمن۔

پس کیا محترم چودھری صاحب ان حقائق کو سامنے رکھکر اپنے غلط خیالات سے رجوع نہ فرمائیں گے؟

اطلاع

مضمون اخبار زمزم "لاہور اور اخبار" مسلمان

حضرات اس مضمون کی باقی قسطیں دیکھنا چاہیں، وہ آئندہ مذکورہ بالا اخباروں کی طرف رجوع فرمائیں "شمس الاسلام" میں اس مضمون کی باقی قسطیں درج کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ (مرتب)

سُخ نشان

یہاں سُرخ پُسل کا نشان اُن خیرِ اہل ان "شمس الاسلام" کی اطلاع کیلئے لگایا جارہا

ہے جن کے سالانہ چندہ کی میعاد ماہ مئی یا جون کے رسالہ تک ختم ہوگئی ہے۔ اُن حضرات سے درخواست ہے کہ رسالہ آئندہ سالانہ چندہ میرے نام جلد از جلد ارسال کر کے شکریہ کا موقع دیں اور اگر کسی وجہ سے آئندہ خریداری منظور نہ ہو تو پہلی فرصت میں اس کی اطلاع رستم کے نام بذریعہ پوسٹ کارڈ بھیجیں۔ بکوت ہرگز اختیار نہ فرمائیں کہ اس سے شمس الاسلام کو نقصان پہنچا۔ (منشی غلام حسین مینجر رسالہ "شمس الاسلام" جامع مسجد بھیرہ۔ ضلع شاہ پور (پنجاب)

کے ریڑ دیکھے، چرواہوں سے پوچھا کہ یہ بکریاں کس کی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا "انس بن مالک کی" گویا نہ آپ چراہوں کو جانتے نہ وہ آپ کو پہچانتے تھے۔ سارا لین دین ملازم ہی کیا کرتے تھے۔ آپ کی اولاد پر حضور کی دعا کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انہی فرزندانہ درد و ساجزادیں عطا فرمائے۔ پوتوں اور پوتیوں کی تعداد ایک سو سے بھی زیادہ تھی۔ آپ نے شہر سے باہر ایک عالی شان محل بنوا دکھا تھا، وہیں بود و باش رکھتے تھے " (رسالہ مذکورہ صفحہ ۳۵)

حضرت انسؓ کے لئے حضورؐ کی دعائے کثرت مال سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کثرت مال فی نفسہ کوئی جبری چیز نہیں۔ اگر یہ جبری چیز ہوتی (جیسا کہ چودھری صاحب کا خیال ہے) تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا نہ فرماتے۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو اپنا "حواری" فرمایا ہے۔ آپ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

"مدینہ منورہ میں آپ کے گیارہ بڑے عالی شان مکانات تھے۔ ہر میں بھی دو مکان بنوا رکھے تھے اور مصر کو ذیں بھی آپ کی کوٹھیاں تھیں۔ ایک دفعہ آپ نے اپنا مکان فروخت کیا، تو اس کی قیمت میں آپ کو چھ لاکھ دہم وصول ہوئے۔ ایک بار آپ نے مصر میں زمین کا قطعہ خریدا جس کی قیمت اکہتر لاکھ ادا فرمائی۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ نے غیر منقولہ جائیداد کا کچھ حصہ (حوالی تہہ سے) فروخت کیا۔ تو اس سے پانچ کروڑ دو لاکھ ملا۔ صدقہ و خیرات، داد و دہش اور قرض کی ادائیگی کے بعد آپ کے ترکہ میں جو نقد مال بچا۔ اس کی مقدار چھ ہر ہوی کو جو شرعی حصہ ملا، وہ بارہ بارہ لاکھ تھا" (رسالہ مذکورہ صفحہ ۲۲)

حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

(۳)

(ان جناب مولوی شیخ محمد یعقوب صاحب افسر سرحدات ریاست پٹیالہ)

فصل سوم

حضرت امام صاحب کے شیوخ حدیث اور اساتذہ کرام
اور ذریعہ حصول علم حدیث

ان کا کچھ حال پہلے لکھا جا چکا ہے۔ آپ اپنے وقت کے مشہور امام اور استاد تھے۔ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس سے حدیث سنی تھی اور بڑے بڑے تابعین کے فیض صحبت سے مستفیع ہوئے تھے۔ اس وقت کوفہ میں انہی کی درسگاہ مرجع عام سمجھی جاتی تھی۔ مسعودی نے جو ائمہ فن کہے گئے ہیں ان ہی کے حلقہ درس میں تعلیم پائی تھی۔ حضرت عبداللہ بن سعید (صحابی سے) جو سلسلہ فقہ چلا آتا تھا اس کا مدار انہی لوگوں پر رہ گیا تھا۔ دولت مند اور فارغ البال تھے۔ اس لئے نہایت اطمینان اور دلچسپی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت امام حنیفہؒ نے جب علم فقہ پڑھنا چاہا۔ تو اسنادی کے لئے انہی کو منتخب کیا۔ امام ابو حنیفہؒ پہلے دن بائیس صفیں بیٹھے جو مبتدیوں کی جگہ تھی۔ لیکن چند روز کے بعد جب محامد کو شجرہ ہو گیا کہ تمام حلقہ میں ایک شخص بھی حافظ اور ذہانت میں ان کا ہمسر نہیں ہے تو حکم دیا کہ ابو حنیفہؒ سب سے آگے بیٹھا کریں۔ (عقود البجائن باب ۶)

نور حضرت امام صاحب کا بیان ہے کہ انہوں نے دس

سال تک خاد کے حلقہ درس میں تعلیم پائی اور گو دوسرے بزرگوں سے بھی فقہ کی تحصیل کی۔ لیکن اس فن خاص میں وہ حماد سے بھی تربیت یافتہ ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ ان کی حد سے زیادہ تعظیم کرتے تھے۔ حمادؒ کے زمانہ میں ہی امام صاحب نے حدیث کی طرف توجہ کی۔ کیونکہ مسائل فقہ کی مجتہدانہ تحقیق جو امام صاحب کو مطلوب تھی۔ حدیث کی تکمیل کے بغیر غیر ممکن تھی۔ اور روایت کے ساتھ روایت کی بھی ضرورت تھی۔ اس وقت تمام مالک اسلامیہ میں زور مشور سے حدیث کا درس جاری تھا۔ صحابہ کرامؓ تمام ملکوں میں پہنچ گئے تھے جن میں کوفہ کو ایک خاص منزلت حاصل تھی جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

کوفہ میں قریباً کوئی ایسا محدث باقی نہ تھا جس کے سلسلے آپ نے زانوئے شاگردی سے نہ کیا ہو اور اس سے حدیثیں نہ سیکھی ہوں۔ ابو الحسن شافعی نے جہاں امام صاحب کے شیوخ حدیث کے نام گناے ہیں۔ ۹۳۔ اشخاص کی نسبت لکھا ہے کہ کوفہ کے رہنے والے یا نزیل تھے۔ تہذیب التہذیب۔ تہذیب الاسماء۔ تذکرۃ الحفاظ کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے ایک گروہ کثیر سے روایت کی جن میں ۲۹۔ اشخاص خاص کوفہ کے رہنے والے اور ان میں سے اکثر تابعی تھے۔

شیوخ کوفہ میں خاص مکمل شعبی۔ سلیم بن کہیل۔ محاد بن دثار۔ ابو اسحق سلیمی۔ عون بن عبداللہ۔ ساک بن حرب۔ عمرو بن مرہ۔ منصور بن المعمر۔ اعمش۔ ابراہیم بن محمد۔ عدی بن ثابت الانصاری۔ عطاء بن السائب۔ یونس بن ابی عائشہ۔ علقمہ

روایت کی۔ امام سفیان ثوری کا قول ہے کہ میں نے کسی زاہد کو نہیں دیکھا جسے محارب پر ترجیح دوں۔ علاء مذہبی کہتے ہیں کہ محارب عموماً حجتہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل۔ ابو یوسف۔ دارقطنی۔ ابو حاتم۔ یعقوب بن سفیان۔ نسائی نے ان کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔ کوفہ میں منصب قضا پر مامور تھے۔

عول بن عبد اللہ حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمر سے حدیثیں روایت کیں نہایت ثقہ اور پرہیزگار تھے۔

ہشام بن عروہ معزوہ مشہور تابعی تھے۔ بہت سے صحابہ سے احادیث روایت کیں۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً سفیان ثوری۔ امام مالک۔ سفیان بن عیینہ ان کے شاگرد تھے۔ ابو جعفر منصور کے زمانہ میں کوفہ گئے۔ اہل کوفہ نے اس زمانہ میں ان سے حدیثیں روایت کیں۔ خلیفہ منصور ان کا نہایت احترام کرتا تھا۔ ایک دفعہ لاکھ درہم ان کو عطا کئے۔ ان کے جنازہ کی تاز بھی منصور نے پڑھائی تھی۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ ابو حاتم نے ان کو امام حدیث کہا ہے۔

سلیمان بن مہران (عمش) کوفہ کے مشہور امام تھے حضرت انس بن مالک صحابی سے ملے تھے۔ اور عبد اللہ بن ابی اوفی سے حدیث سنی تھی سفیان ثوری و شعبہ ان کے شاگرد ہیں۔ کوفہ کے بعد امام صاحب کی تحصیل حدیث کا دوسرا مرکز بصرہ تھا۔ جو امام حسن بصری شعبہ و قتادہ کے فریق تعلیم سے مالا مال تھا۔ امام حسن بصری کے حلقہ درس سے امام صاحب کا مستفید ہونا ثابت نہیں۔ لیکن قتادہ کی شاگردی کا عام محدثین نے ذکر کیا ہے اور عقود الجمان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے شعبہ سے روایت کی اور انہوں نے اپنے سامنے ہی ان کو فتوے اور روایات کی اجازت بھی دیدی تھی۔

بن مرثدہ وغیرہم بہت بڑے محدث اور سند و روایت کے مرجع عام تھے۔ سفیان ثوری اور امام حنبلی وغیرہ کا سلسلہ سند اکثر انہی لوگوں تک پہنچتا ہے۔ ان میں سے بعض کے مختصر حالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

امام شعبی ان کا مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ امام صاحب کے بڑے استاد یہی تھے۔

سلمہ بن کہیل مشہور محدث اور تابعی تھے جنہ بن عبد اللہ ابن ابی اوفی۔ ابو الطفیل اور ان کے علاوہ اور بہت سے صحابہ رضی عنہم سے حدیثیں روایت کیں۔ ابن سعد نے ان کو کثیر الحدیث لکھا ہے۔ سفیان (استاد امام شافعی) فرماتے تھے کہ سلمہ بن کہیل ایک رکن ہیں ارکان میں سے ہیں۔ ابن مہدی کا قول تھا کہ کوفہ میں چار شخص سب سے زیادہ صحیح الروایت تھے منصور سلسلہ عمرو بن مرہ۔ ابو حصن۔

ابو اسحق سبیعی کبار تابعین میں سے تھے عبد اللہ بن عباس۔ عبد اللہ بن عمر۔ ابن زبیر۔ نعمان بن بشیر۔ زید بن ارقم اور بہت سے صحابہ رضی عنہم کے نام علامہ نوویؒ نے تہذیب الاسماء میں تفصیل لکھے ہیں حدیثیں سنی تھیں۔ عجمی نے کہا ہے کہ یہ صحابہ سے ان کو بالمشافہ روایت ہے۔ علی بن المدینی (استاد امام بخاری) کا قول ہے کہ ابو اسحق کے شیوخ الحدیث کم و بیش تین سو معلوم ہوئے حافظ ابن حجر نے تہذیب میں ان کا مفصل تذکرہ لکھا ہے۔

سماک بن حرب بہت بڑے محدث اور تابعی تھے امام سفیان ثوری نے کہا ہے کہ سماک نے حدیث میں کبھی غلطی نہیں کی۔ خود سماک کا قول ہے کہ میں اسی صحابہ سے ملا ہوں۔

محارب بن دثار عبد اللہ ابن عمر اور جابر وغیرہ سے

کی سند حاصل کرنے کے لئے آپ مکہ معظمہ پہنچے۔ جہاں اُن ایام میں درس و تدریس کا نہایت زور تھا۔ اور متحدہ درسگاہیں اہل کمال کی قائم تھیں۔ ان میں عطاء ابن ابی رباح کا حلقہ سب سے زیادہ وسیع اور مستند تھا۔ یہ مشہور تابعی تھے۔ اکثر صحابہؓ کی خدمت سے مستفید ہوئے۔ اور ان کے فیضِ صحبت سے اجتہاد کا رتبہ حاصل کیا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، زبیرؓ، اسامہ بن زیدؓ، جابر بن عبداللہؓ، زید بن ارقمؓ، عبداللہ بن سائبؓ، عقیلؓ، رافعؓ، ابوالدرداءؓ، ابوہریرہؓ اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں سنی تھیں خود ان کا بیان ہے کہ میں دو سو بزرگوں سے ملا ہوں۔ جن کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل تھا۔ مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے علم و فضل کے معترف تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ تو حضرت فاطمہؓ کے فرزند رشید اور صاحبِ افتاء تھے۔ اکثر فرماتے تھے کہ:-

”عطاء ابن ابی رباح نے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں؟“

چچ کے زمانہ میں ہمیشہ سلطنت کی طرف سے منادی ہوتی تھی۔ کہ عطا کے سوائے کوئی شخص فتوے دینے کا مجاز نہیں (ابن خلکان) بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً امام اوزاعیؒ، زہریؒ، عمرو بن دینارؒ انہی کے حلقہ درس سے نکل کر استاد کہلائے۔

حضرت امام صاحبؒ، عطاء کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ تو روز بروز ان کی ذہانت و طباعی کے جوہر ان پر ظاہر ہوتے گئے۔ اور اس کے ساتھ استاد کی نظر میں ان کا وقار بھی بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ جب یہ حلقہ درس میں جاتے تو عطاءؒ اور ان کو ہٹا کر ان کو اپنے پہلو پر جگہ دیتے۔ (عقود النجان باب ۱)

عطاءؒ اللہ تک زندہ رہے۔ اس مدت میں امام صاحبؒ کو جب مکہ جانے کا اتفاق ہوا تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر

بہت بڑے محدث اور مشہور تابعی تھے حضرت انس بن مالکؓ، عبداللہ بن سرجسؓ، ابوہریرہؓ اور دیگر صحابہؓ سے حدیثیں روایت کیں۔ حضرت انسؓ کے نامور شاگرد ہیں۔ قوتِ حافظہ نہایت زبردست تھی۔ ایک ایک حرف کو محفوظ رکھتے تھے۔ تہذیب و تہذیب میں ان کا حال تفصیل سے لکھا ہے۔

بھی بڑے رتبہ کے محدث تھے۔ دو ہزار احادیث شعبہ یاد تھیں۔ سفیان ثوریؒ نے فن حدیث میں انکو امیر المؤمنین مانا ہے۔ عراق میں یہ پہلے شخص ہیں۔ جس نے جرح و تعدیل کے مراتب مقرر کئے۔ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا رواج نہ ہوتا۔ ۱۷۰ء میں انتقال کیا۔ تو امام سفیان ثوریؒ نے کہا کہ آج فن حدیث بھی مرجحاً شعبہ کو امام صاحب کے ساتھ ایک خاص التفات تھا۔ غیبت میں اکثر ان کی ذہانت اور خوبی فن کی تعریف کرتے۔ ایک بار فرمایا کہ:-

”جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے اسی یقین کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشین ہیں“

یحییٰ بن معینؒ (استاد بخاری) سے کسی نے پوچھا کہ آپ ابو حنیفہؒ کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں۔ فرمایا:-

”اس قدر کافی ہے کہ شعبہ نے ان کو حدیث و روایت کی اجازت دی اور شعبہ آخر شعبہ ہی ہیں“ (عقود النجان باب ۱)

بصرہ کے ادریشیوخ بھی ہیں، جن سے امام صاحبؒ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان میں عبدالکریم ابو امیہؒ اور عاصم بن سلیمانؒ الاحولؒ زیادہ ممتاز ہیں۔

عطاءؒ ابن ابی رباحؒ کو کوفہ اور بصرہ کی ان درسگاہوں اور ائمہ حدیث سے اگرچہ امام صاحبؒ کو حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ ملتا تھا۔ تاہم تکمیل علم

مستفید ہوتے تھے۔

عکرمہ عطاء کے علاوہ مکہ مکرمہ کے اور محدثین سے بھی امام صاحب نے سند حدیث حاصل کی جن میں عکرمہ کا خصوصیت سے ذکر کیا جاسکتا ہے جو حضرت عبداللہ ابن عباس کے غلام اور شاگرد تھے۔ اور ان کی وجہ سے اجتہاد اور فتوے کے مجاز ہو گئے تھے۔ انہوں نے حضرت علی، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر، عتبہ بن عامر صفوان، جابر اور ابو قتادہ سے حدیثیں سیکھی تھیں۔ کم و بیش ستر مشہور تابعین حدیث و تفسیر میں ان کے شاگرد ہیں۔ امام شعبی اور سعید ابن جبیر نے ان کے علم و قرآن دانی کی تعریف کی ہے۔

اس سلسلہ میں آپ مدینہ طیبہ میں بھی حاضر ہوئے تھے جو حدیث کا خزن اور آخری قرار گاہ تھا۔ صحابہؓ کے بعد تابعین کے گروہ میں سے سات استخامی علم فقہ و حدیث کا مرجع بن گئے تھے۔ اور مسائل شرعیہ میں لوگ عموماً انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جب امام صاحب وہاں پہنچے تو ان حضرات میں سے دو شخص سلیمان و سالم بن عبداللہ زندہ تھے۔

سلیمان و سالم سلیمان حضرت یحییٰ بن اسماعیل کے غلام تھے اور فقہائے مذکور میں ان کا دوسرا نمبر تھا۔ سالم حضرت فاروق کے پوتے تھے۔ امام صاحب ان ہردو حضرات کی صحبت سے بھی فیض پاتے ہوئے۔

امام اوزاعی امام صاحب کے ایک شاگرد رشید عبداللہ بن مبارک بیروت میں تکمیل فن حدیث کے لئے امام اوزاعی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام اوزاعی نے ان سے پہلی ہی ملاقات میں پوچھا کہ کوفہ میں ابو حنیفہ کون شخص چمیا ہوا ہے جو دین میں نئی باتیں نکالتا ہے۔ انہوں نے اس وقت کوئی جواب نہ دیا۔ دو تین دن کے بعد کچھ اجزا ساتھ لیتے گئے

امام اوزاعی نے ان کو لیکر پڑھا۔ سزا پر لکھا تھا۔ قال نعمان بن ثابت۔ ویر تک غور سے دیکھا کئے۔ پھر عبداللہ سے پوچھا کہ یہ نعمان کون بزرگ ہیں۔ انہوں نے کہا۔ عراق کے ایک شیخ ہیں جن کی صحبت میں نہیں رہا ہوں۔ فرمایا کہ یہ بڑے پایہ کا شخص ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ یہ وہی ابو حنیفہ ہیں جن کو آپ مبعوث بتلاتے تھے۔ امام اوزاعی کو اپنی غلطی پر افسوس ہوا۔ جب حج کے لئے مکہ گئے۔ تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور انہی مسائل کا ذکر کیا۔ اتفاق سے عبداللہ بھی وہاں موجود تھے۔ ان کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس خوبی سے تقریر کی کہ امام اوزاعی تیرہ دن رہ گئے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد مجھ سے کہا کہ اس شخص کے کمال نے اس کو لوگوں کا محسوس بنا دیا ہے۔ بے شبہ میری بدگمانی غلط تھی۔ جس کا میں افسوس کرتا ہوں۔ تاریخوں سے ثابت ہے کہ فن حدیث میں امام صاحب نے امام اوزاعی کی بھی شاگردی کی ہے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ دوسری بار امام صاحب مدینہ طیبہ گئے تو امام باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے کسی نے آپ کا تعارف کرایا تو امام باقر صاحب نے فرمایا کہ :-

"تم ہی قیاس کی بنیاد پر ہمارے دادا کی حدیثوں کی مخالفت کرتے ہو"

انہوں نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ عیاذ باللہ۔ حدیث کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں تو کچھ عرض کروں۔ پھر یہ گفتگو ہوئی :-

امام ابو حنیفہؒ مرد ضعیف ہے یا عورت؟
امام باقرؒ عورت۔

امام ابو حنیفہؒ وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟

امام باقرؒ مرد کا۔

امام ابو حنیفہؒ اگر میں قیاس کرتا تو کہتا۔ عورت کو زیادہ

حصہ دیا جائے۔ کیونکہ ضعیف کو بغا ہر قیاس زیادہ ملنا چاہیے۔
(پھر پوچھا کہ)

ناراض فضل ہے یا روزہ؟

امام باقرؑ نہ نماز

امام ابو حنیفہؒ اس اعتبار سے حالتہ عورت پر نماز کی قضا واجب ہوئی چاہیئے نہ کہ روزہ کی۔ حالانکہ میں روزہ کی ہی قضا کا فتوے دیتا ہوں

امام باقر رضی اللہ عنہ اس قدر خوش ہوئے کہ اٹھکر ان کی پیشانی

چوم لی۔ (عقود الجمان باب ۱۶)

اور امام ابو حنیفہؒ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور فقہ و حدیث کے متعلق بہت سی نادربائیں حاصل کیں بشیوخ و شیوخ دونوں نے مانا ہے کہ امام صاحب کی معلومات کا بڑا حصہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا۔

غرضیکہ امام ابو حنیفہؒ اس خصوصیت کے ساتھ مشہور ہیں کہ ان کے شیوخ حدیث کثیر و کثیر تھے۔ ابو حنیفہؒ کبیر نے دعوائے کیا ہے کہ امام صاحب نے کم از کم چار ہزار شخصوں سے حدیث روایت کی ہیں۔ اگرچہ تاریخ اسلام میں یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ احادیث جمع کرنے کے لئے مسلمانوں نے بڑی بڑی جانفشانی کی ہیں۔ ایسے بہت لوگ ہیں جنکے شیوخ حدیث چار ہزار سے کم نہ تھے۔ اور ایسے تو بہت ہوتے ہیں جو ہزار سے زیادہ استاد رکھتے تھے۔ تاہم یہ یقین اور وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحب نے ایک گروہ کثیر سے روایت کی اور اس کا خود محدثین کو اعتراف ہے۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں ان کے شیوخ حدیث کے نام گنائے ہیں۔ اخیر میں لکھ دیا ہے۔ و تلمذ کثیر حافظ ابو المحاسن شافعی نے عقود الجمان میں (۳۱۹) اشخاص کے نام بقیہ نسب لکھے ہیں۔ اور اخیر میں لکھا ہے کہ :-

"میں نے ایک دوسری کتاب میں جس کا نام تحصیل

السبیل الی معرفت الثقاۃ والہماہیل ہے

ان لوگوں کے حالات بھی تفصیل سے لکھے ہیں"

بہر حال مختصر تاریخ بغداد۔ تہذیب الکمال۔ تہذیب الاسماء

واللغات، تذکرۃ الحفاظ، المحض طبقات الحفاظ۔ تہذیب التہذیب

النساب سمعانی، نوط امام محمد۔ کتاب الآثار امام محمد کے تتبع سے

جس قدر ان کے شیوخ انتخاب کئے جاسکتے ہیں۔ ان کے

اسمار حسب ذیل ہیں :-

امام صاحب کے شیوخ الحدیث

عطاء۔ ابن ابی رباح کی۔
عاصم بن ابی النجود کو فی۔

علقمہ بن مرثدہ کو فی۔ حکم بن عتبہ کو فی۔ سلمہ بن کہیل کو فی۔ حضرت

امام باقرؑ کو فی۔ علی بن الاقرام کو فی۔ زیاد بن علاقہ کو فی۔ سعید بن

مسروق کو فی۔ عدی بن ثابت انصاری کو فی۔ عطیہ بن سعید

کو فی۔ ابوسفیان سعدی۔ عبد الکریم امیہ بصری۔ یحییٰ بن سعید

مدنی۔ ہشام بن عروہ مدنی (از تہذیب التہذیب الحفاظ ابن حجر

عسقلانی) ابوالسخت البیسی کو فی۔ تافع بن عمر مدنی۔ عبد الرحمن بن

ہرمز الاعرج مدنی۔ قتادہ بصری۔ عمرو بن الدینار الکلی۔ یزید

القعقر کو فی۔ سماک بن الحرب کو فی۔ عبد العزیز بن رفیع المکی۔

مکحول شامی۔ عمر بن مرہ الکوفی۔ ابوالزبیر محمد بن مسلم علی عبد الملک

بن عمر کو فی۔ منصور بن زاذان۔ منصور بن المعتمر۔ عطاء بن السائب

الثقفی۔ عطاء بن ابی مسلم (بخاری)۔ عاصم بن سلیمان الاحول بصری

اعمش کو فی۔ عبد اللہ بن عمر بن حفص المدنی۔ امام اوزاعی (طبقات

الحفاظ ذہبی از مقامات مختلفہ)

ابو ایمن بن محمد الکوفی۔ اسماعیل بن عبد الملک المکی۔ عاتق

بن عبد الرحمن المکی۔ خالد بن علقمہ الوادعی۔ یحییٰ بن یزید

بن عبد الرحمن بصری۔ شیبان بن عبد الرحمن بصری۔ طاؤس بن

کیسان یمنی۔ عبد اللہ بن دینار المدنی۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس مکی۔ ہشام

عون بن عبد اللہ کو فی۔ قابوس بن ابی ظبیان کو فی۔ محمد بن

السائب الکلبی کو فی۔ محمد بن مسلم بن الشہاب الزہری۔ ابو سعید

احادیث پر فرق باطلہ کے امتراضات

اور
علامہ ابن قتیبہ کی طرف سے محققانہ جوابات

(۲)

(مترجم مولانا حافظ سید محمد ادریس صاحب پروفیسر نئیات ایم آے، آؤ کالج امرتسرا)

عقل کی ترازو

اگر ان معتزلہ کے پاس واقعی رائے اور قیاس کا سامان موجود تھا، جیسے کہ ان کا دعویٰ ہے تو چاہیے تھا کہ یہ لوگ ہمیشہ باہم متفق رہتے اور کسی مسئلہ میں اختلاف نہ کرتے جس طرح دور یا ضی داں، دو گداز اور اور دو انجینئر اپنے حساب، پیمائش اور اندازے میں کبھی ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کرتے کیونکہ ان کے آلات ان کی صحیح راہنمائی کرتے ہیں یا جس طرح طبیب پانی کے اثرات اور نبض کی حرکت کے بارے میں اختلاف نہیں کرتے کیونکہ مقتدین نے اس بارے میں ان کو صحیح مہول بتا دیے

ہیں۔ لیکن اس کے برعکس ان لوگوں کے تفرق اور شتت کا تو یہ حال ہے کہ وہ آدمی کبھی ایک رائے پر متفق نہیں ہو سکتے۔ ابو اہذیل علف، نظام کا مخالف ہے۔ بخاران دونوں کا حریف ہے اور ہشام بن حکم سے پوچھو، تو وہ تینوں کی تغلیط کرتا ہے۔ اسی طرح تمامہ، فوئیس، ہاشم اوقص، عبید اللہ بن حسن، بکر غمی، حفص اور قتبہ وغیرہ سب ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور ہر ایک کا اپنا اپنا جھگڑا ہے۔ تو اس طوائف الملوکی کے باوجود ہم یہ کیونکر سمجھیں کہ انہوں نے غور و تدبر اور بحث و تحقیق کے ذریعے حق پایا ہے۔

بقیہ از صفحہ ۱۸

مولے ابن عباس (تہذیب الکمال)

موسیٰ بن ابی عائشہ کو فی صلت بن بہرام عثمان بن عبد اللہ بن حوشب۔ بلال ہشیم بن ابی ہشیم حصن بن عبد الرحمن بن۔ سیمون بن سیاہ۔ جواب البقیہ۔ سالم الانطس۔ یحییٰ بن عمرو بن سلمہ۔ عمرو بن جبیر۔ عبید اللہ بن عمر۔ محمد بن مالک الہمدانی۔ ابو السوار۔ خارجہ بن عبد اللہ بن ابی زیادہ حکم بن زیاد۔ کثیر الامم۔ حمید الاعرج۔ ابو العطف۔ عبد اللہ بن الحسن سلیمان بن اشیانی۔ سعید بن المرزبان۔ عثمان بن عبد اللہ ابو حمید کتاب الآثار امام محمد

یہ نام سرسری طور سے انتخاب کئے گئے ہیں۔ زیادہ چھان بین کی جاتی تو عقود ابھان کی فہرست کے برابر تعداد ہو جاتی۔ لیکن یہ سب کہ امام ابو حنیفہ کے لئے کثرت شیوخ اس قدر فخر کا باعث نہیں جتنا کہ انکی تحقیق اور احتیاط ہے۔ وہ اس نکتہ سے خوب واقف تھے کہ روایت میں جس قدر زیادہ واسطے ہوتے ہیں۔ اسی قدر تغیر و تبدل کا احتمال بڑھتا جاتا ہے۔ یہی بات ہے کہ انکے اساتذہ اکثر تابعین ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف ایک واسطہ ہے۔ یا وہ لوگ ہیں جو مدت تک بڑے بڑے تابعین کی صحبت میں رہے تھے اور علم و فضل و دیانت و پرہیزگاری کے پیش نظر نے خیال کئے جلتے تھے۔ ان دو قسموں کے سوا اگر ہیں تو شاہی ہیں۔

معتزلہ کی دلیری

پھر اگر ان کا یہ اختلاف فروعات تک محدود رہتا، تو ہم ان کو معذور سمجھ لیتے۔ گو ان کے بلند بانگ دعاوی کے پیش نظر تو وہ کسی چھوٹی سی غلطی کے لئے بھی معذور سمجھے جانے کے قابل نہیں تھے مگر غیر فقہاء کی طرح ان کے لئے گنجائش نکل آتی، لیکن غضب تو یہ ہے کہ ان کے اختلافات کا تعلق فروعات سے نہیں، بلکہ اصول سے ہے۔ یہ لوگ توحید، صفات خداوندی، قدرت الہی، جنت، دوزخ، برزخ، اور لوح محفوظ وغیرہ مسائل میں عقلی گھوڑے دوڑاتے رہتے ہیں، جن کا علم وحی کے سوا دوسرے ذرائع سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور ان مسائل کو جو شخص بھی عقل کی ترازو سے تولیکا، وہ یقیناً تردادات اور اختلافات میں پڑ جائے گا۔ کیونکہ لوگوں کے عقول اور ارادے باہم متفاوت ہوتے ہیں۔ ان باتوں میں تقلید کے سوا دوسرے طریقہ سے دو آدمی باہم ہرگز متفق نہیں ہو سکتے۔

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے

سے متنازع کیا ہے۔ اور مرد عورت میں فرق پیدا کیا ہے۔ اس نے ان کی رائیں اراداً ایک دوسرے کی مخالف کر دی ہیں۔ تاکہ ان کے بلند بانگ دعاوی اور غلطیت کا بھرم کھل جائے۔ اور لوگوں کے سامنے حق واضح ہو جائے۔ کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ روشنی کا علم تاریکی سے علم کی قدر جہالت سے بھلائی کا رتبہ برائی سے نفع کی حیثیت ضرر سے اور مٹھاس کی لذت کڑواہٹ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ سیطرح محدثین کی فضیلت ان معتزلہ کے باہمی اختلافات سے اور معتزلہ کی گمراہی محدثین کے اتحاد و اتفاق سے معلوم ہو سکتی ہے۔

محدثین کی جماعت منظم ہے

اگر خدا نخواستہ ہم کو چھوڑ کر ان معتزلہ کا راستہ اختیار کر لیں۔ تو ہم اجتماع کو

چھوڑ کر تشدد کو اختیار کر لیں گے اور نظام، انیسیت اور اتفاق کی دولت سے محروم ہو کر افراق، وحشت اور اختلاف میں پڑ جائیں گے۔ کیونکہ محدثین کی جماعت ایک منظم اور حق پرست جماعت ہے۔ وہ بنیادی مسائل میں باہم متفق ہیں۔ اگر ان میں اختلافات ہیں۔ تو صرف فروعات میں یا بعض مسائل کی تفصیلات میں ہیں۔ ورنہ عقیدے سب کے ایک جیسے ہیں۔ مثلاً تمام محدثین ان مسائل پر اتفاق کر چکے ہیں کہ:

(۱) خدا جو چاہتا ہے، وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا۔ وہ نہیں ہوتا۔

(۲) خدا خیر و شر دونوں کا خالق ہے۔

(۳) قرآن خدا کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔

(۴) قیامت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

(۵) حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دوسرے صحابہؓ سے بہتر ہیں۔

(۶) قبر کا عذاب حق ہے۔

ان اصول پر تمام محدثین متفق ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی بات کی بھی مخالفت کرتا ہے، محدثین اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ ہاں اس بات میں ان کا باہم اختلاف ضرور ہے کہ ہمارا تلفظ قرآنی مخلوق ہے یا نہیں لیکن اس پر سب کا اتفاق ہو چکا ہے کہ قرآن بحالت تلاوت، کتابت، سماع اور حفظ غیر مخلوق ہے۔

مستقدمین کا اتفاق ہمارے لئے کافی ہے

ان بڑے بڑے علماء فقہاء اور مجتہدین کی پیروی کافی ہے۔ جن کی نظیر پیش کرنے سے سارا زمانہ قاصر ہے۔ مثلاً سفین ثوری، مالک بن انس، اوزاعی، شیبہ، یوسف بن سعد، زہرا، یحییٰ بن ارحم، مسلم خواص، فضیل بن عیاض، داؤد طائی، محمد بن نصر حارثی، احمد بن حنبل اور بشر حافی وغیرہم

اکابر امت جو ہم سے قریب تر زمانے میں ہو گزرے ہیں اور متقدمین کا تو شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ غیر القرون میں مذہبی مسائل میں عقلی گھوڑے دوڑائے نہیں جاتے تھے۔ یاد رکھو جس نے ان بزرگوں کی پیروی چھوڑ دی۔ اس نے تنظیم اور اتفاق سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور خیالات کی بھول بھلیوں میں پھنس گیا۔

قبولیت عامہ حق کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ سارے لوگ اس کو پسند کیا کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کی بستی میں جا کر کسی جامع مسجد یا بازار میں محدثین کا مذہب بیان کرنا شروع کر دو۔ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ سب لوگ تمہارے ساتھ متفق ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص نے عوام کی مجلس میں معتزلہ کے خیالات بیان کرنے شروع کئے۔ تو انکے بھپکنے سے پہلے اس کی جان نکال لی جائے گی۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ص ۴ صحابہ کرام اور تابعین نے جس مذہب کی تبلیغ کی تھی۔ وہ صرف انہی عقائد کا مجموعہ تھا جن کو محدثین برابر مانتے اور نقل کرتے چلے آئے ہیں۔

نظام معتزلی کا کیرکٹر اگر ان تمام باتوں سے قطع نظر کر کے ہم معتزلہ کا ساتھ بھی

دینا چاہیں اور ان کی جماعت میں شامل ہوتا چاہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ معتزلہ کی نجی زندگی نہایت تاریک اور گستاخی ہے۔ مثال کے طور پر جب ہم ان کے سرگروہ نظام کو لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے وقت کا ایک ہی شاعر ہے جو مختلف قسم کی شراہوں کا عادی ہے اور دن رات معاصی افواش اور میوہ کاموں میں لگا رہتا ہے چنانچہ خود کہتا ہے:-

مَا زِلْتُ أَخْذُ رُوحَ الْبَرِّقِ فِي نَطْفِ

وَاسْتَيْحَ دَمًا مِنْ خَلِيلِ جِهَادِ ح

(ترجمہ) میں برابر مشکیزے کی روح (شراب) رہا۔ اور کسی کو زخمی کئے بغیر خون پیتا رہا۔

حَتَّى انْتَشَيْتُ وَلِي رُوحًا فِي جَسَدِي

وَالْبَرِّقُ مَطَرٌ حَجَّ جِسْمٌ بِلَا سِرِّ ح
(ترجمہ) حتیٰ کہ میں تو اپنے جسم میں دُور دھن الکھ
واپس ہوا اور مشکیزہ بے جان ہو کر پڑا (ساری
شراب پی گیا)

کیا ایسا کیرکٹر رکھنے والا شخص اس قابل ہو سکتا ہے کہ محدثین کی پاکیزہ جماعت کے مقابلے میں اس کا نام بھی لیا جاسکے؟

نظام کا عجیب و غریب فلسفہ اس کے علاوہ خود اس کے شاگرد جگہ

جگہ اس کے فلسفہ کی تردید کرتے ہیں اور جن باتوں پر نظام کو ناگوار ان کو غلط ٹھہراتے ہیں۔ مثلاً اس کے اپنے چیلے لکھتے ہیں کہ نظام کا یہ مسئلہ غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا کو فنا کئے بغیر ہر وقت پیدا کرتا رہتا ہے۔ کیونکہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ خدا ایک موجود چیز کو دوبارہ موجود کر رہا ہے۔ اور اگر موجود کو موجود کرنا جائز ہو، تو پھر معدوم کو معدوم کرنا بھی جائز ہوگا جو نہایت لغو اور بیہودہ بات ہے۔

نظام اور اجماع امت اس سمجھ پر نازاں ہو کر نظام نے لکھا ہے کہ "تمام روئے زمین

کے مسلمان ایک غلط مسئلے پر اجماع کر سکتے ہیں" چنانچہ وہ کہا کرتا تھا کہ یہ جو مسلمانوں کا اجماع ہوا ہے کہ صرف آنحضرت ص ۴ ہی ساری دنیا کے لئے ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو تمام نوع انسانی کی ہمت کے لئے بھیجا ہے۔ کیونکہ نبی کی نشانوں کی شہرت دُور دُور تک پہنچ جاتی ہے اور ہر سننے والے پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس پر ایمان لا کر اس کی پیروی کرے۔ اس مسئلے میں صرف عقلیت پرستی کے دھن میں حدیث کی صریح مخالفت کی ہے کہ

بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ

كَافَّةً وَبُعِثْتُ

اِلَى الْاُخَرِ وَالْاَسْوَجِ

"میں تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے
مبعوث ہوا ہوں اور میں سب قوموں کے لئے
مبعوث ہوا ہوں"

صحابہ کرام اور مجتہدین کی تعلیم کرے۔ بلکہ اس نے ایک ایک کر کے آنحضرتؐ کے جلیل القدر صحابہؓ پر بھی نکتہ چینی کی ہے۔ جن میں سے چند ایک مثالیں ذیل میں لکھی جاتی ہیں:-

نظام کی ناجائز دلیوری | نظام نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد پڑھا کہ "اگر دین

کا مدار رکنے پر ہوتا۔ تو مسح موزے کے نگوے پر ہوتا نہ کہ اوپر کے حصہ پر" اس پر کہنے لگا کہ حضرت عمرؓ کو چاہیئے کہ تمام حکام میں اس مہول بکے پابند رہتے۔ مگر ان کی تو عادت تھی کہ ایک وقت میں ایک بات کہ جاتے اور پھر تھوڑی دیر بعد خود ہی اس کی مخالفت کرنے لگتے۔ دیکھو جب ان سے پوچھا گیا کہ پوتے کے مال میں سے داد الو کو کتنا حصہ ملنا چاہیے تو فرمایا:-
 آجَرُ دُكْمٌ عَلَى الْجِدِّ | جد کے میراث کے بارہ میں جرأت کرنے
 آجَرُ دُكْمٌ عَلَى النَّارِ | والا آگ میں کوؤ نے پرجرات کر رہا ہے"
 اور پھر چند دنوں میں خود ہی جد کے بارہ میں تقریباً ایک سو مختلف فیصلے کرتے رہے۔

نظام اور طعن صدیق اکبرؓ | اسی نظام نے ایک دفعہ کہا کہ حضرت ابو بکرؓ

سے ایک آیت کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا:-
 اَيُّ سَمَاءٍ تَظِلُّنِي وَ اَيُّ اَرْضٍ تَقِلُّنِي اَمْ اَيُّ نَفْسٍ اَذْهَبَ اَمْ كَيْفَ اَصْنَعُ
 "کوئی آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کوئی زمین مجھ کو اٹھائے گی۔ کہا جاؤنگا۔ کیا کرونگا اگر میں نے خدا کی آیت میں اس کی مرضی کے خلاف کچھ کہا!"
 کَتَابُ اللَّهِ بغيرِ ما ارادَ اللَّهُ

پھر کسی نے ان سے "کلام" کی بابت دریافت کیا، تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "اس کے متعلق میں اپنی رائے سے کہتا ہوں۔ اگر حق ہو تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو میری غلطی سمجھی جائے۔ کلام کو بیٹے اور باپ کے بعد رکھا جائے!"
 اس پر نظام لکھتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا یہ فیصلہ ان کے سابق قول کے بالکل منافی ہے۔

وكان النبي يُبْعَثُ الى قوم کی ہدایت کیلئے بے شمار تھے جبکہ دوسرے انبیاء صرف اپنی قوم کی ہدایت کیلئے بے شمار تھے

خرق اجماع کی دوسری مثال | طلاق کناہ کے بارے میں کہا

کرتا تھا۔ کہ خِلَّةٌ۔ بَرِيَّةٌ خِلَّةٌ عَلَى غَايَةٍ۔ (البتہ وغیرہ) الفاظ سے طلاق نہیں پڑتی، خواہ نیت ہو یا نہ ہو۔ اس مسئلے میں بھی اس نے عقلی قیاس کے مقابلہ میں روایات اور اجماع اُمت کو چھوڑ دیا ہے۔

اس طرح ظہار اور ایلا کے مسئلے میں بھی اس نے اجماع اُمت کی مخالفت کر کے اپنی عقل کی پردہ کی ہے اور خود گمراہ ہو کر بہت سارے کم فہموں کی گمراہی کا باعث بنا ہے۔

دور کی کوڑی | نظام نے ایک مسئلہ یہ بھی نکالا ہے کہ رات بھر سوئے رہنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

کیونکہ نیند وضو ٹوٹنے والی چیزوں میں سے نہیں ہے۔ اس پر لوگوں کا اجماع صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو صبح اٹھ کر وضو کرتے دیکھتے تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہوگا۔ حالانکہ سلف صبح کے وقت صرف اس لئے وضو کیا کرتے تھے کہ وہ لوگ عام طور پر اس وقت بول و براز سے فارغ ہوتے تھے۔ یا یہ کہ خواب کے بعد منہ اور آنکھوں کی صفائی ضروری ہو جاتی تھی۔ ان کے وضو کرنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ سو کر اٹھتے تھے۔ یہ بالکل ایسی بات ہے جیسے بعض لوگوں نے غسل جمعہ کو واجب قرار دے لیا ہے۔ جس کی اصل صرف یہ ہے کہ صحابہؓ کو شام صبح سے کھیتی باڑی کیا کرتے تھے جب نماز جمعہ کا وقت آ جاتا تو نہادھو کر مسجد کی طرف چل پڑتے۔

نظام نے اس مسئلے میں بھی روایات اور اجماع کو چھوڑ کر قیاس اختیار کیا ہے۔ حالانکہ آل حضرتؓ کا ارشاد ہے کہ ان اُمتی کا تحقیق علی خطاء | میری اُمت غلط بات پر اجماع نہیں کرتی اور نظام نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ مجموعی طور پر

نظام کی نظمی

تجرب ہے کہ جس شخص کے نزدیک رائے اور قیاس کا استعمال اتنا برا ہو کہ وہ

ان کے بارے میں شیخین پر بھی گرفت کرنے کو تیار ہو جائے۔ وہ خود عقل و رائے کے مقابلے میں ایسا عاجز ہو جائے کہ ان کی خاطر ردایات اور اجماع امت کو چھوڑ دینا گوارا کر لے!

نظام اور حضرت علیؓ پر طعن

ایک دفعہ حضرت علیؓ سے سوال ہوا کہ ایک گائے

نے کسی کا گدھا مار ڈالا ہے۔ اس کے بارے میں فیصلہ دے دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ "اس حادثہ میں میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر آنحضرتؐ کے فیصلہ کے مطابق ہوا تو فہما در نہ میرا فیصلہ غلط سمجھا جائے"

مسئلہ الجحد

نیز ایک دفعہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "جو شخص

جہنم کی گہرائیوں میں پہنچنے کے لئے تیار ہو، وہی شخص دادا کے میراث کے بارے میں فیصلہ کر سکتا ہے" نظام نے ان دونوں روایتوں کو ذکر کر کے کہا ہے کہ اس کے باوجود حضرت علیؓ نے دادا کے بارے میں متعدد فیصلے صادر کئے ہیں۔

نظام اور ابن مسعودؓ پر طعن

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے برزخ بنہذا شق

کی حدیث میں فرمایا تھا کہ میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں اگر غلط ہو تو میری غلطی سچی جائے اور اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے الہام سمجھا جائے۔

اس کے متعلق نظام لکھتا ہے کہ زبیرؓ گمان پر حکم لگانا اور صرف شبہ پر فیصلہ کرنا اسی کو کہتے ہیں۔ حالانکہ جب تک یہ پروا ہی دینا ناجائز ہے تو فیصلہ دینا تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا۔ اگر ابن مسعودؓ فوتے دینے کے بدلے لوگوں کی بدبختی اور نیک بختی کے اسباب پر غور کرتے تو ان کے لئے بہتر تھا کہ نہ خود پر جھوٹ باندھنے اور غلطیاں کرنے سے بچتے کہتے۔

معہ اس میں نظام نے حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت المسعدین

شق قمر کا مسئلہ

نیز نظام لکھتا ہے کہ ابن مسعودؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ

میں "چاند بھٹ گیا جسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا" ان کی یہ روایت سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اس کی خاطر یا اس کے کسی رفیق کی خاطر چاند کو شق نہیں کیا کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو خداوند تعالیٰ اسے سارے عالم کے لئے نشانی انبیاء کے لئے تصدیقی حجت، لوگوں کو گناہوں سے روکنے کا ذریعہ اور تمام ممالک کے لئے ایک روشن دلیل بناتا۔ پھر اگر چاند واقعی چھٹ گیا تھا۔ تو عوام کو اس کا پتہ کیوں نہ چلا اور لوگوں نے اس تاریخ کو یاد کیوں نہیں رکھا۔ کتنی شاعر نے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ اور کوئی کافر اسے دیکھ کر ایمان کیوں نہیں لایا۔ اور کسی مسلمان نے کسی ملحد کے مقابلے میں اس واقعہ سے استدلال کیوں نہیں کیا؟

معوذتین کا مسئلہ

نیز نظام لکھتا ہے کہ ابن مسعودؓ قرآن شریف کی دو مکمل سوئوں

(معوذتین) کے منکر تھے۔ مانا کہ انہوں نے یہ سوئیں آنحضرتؐ کی زبان سے نہیں سنی تھیں۔ مگر کیا ان کے بدیع اسلوب بیان اور معجزانہ بندش پر بھی ان کی نظر نہیں پڑی تھی؟ قرآن شریف کی بندش تو خود اس کے معجزہ اور کلام الہی ہونے کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

نیز لکھتا ہے کہ "ابن مسعودؓ رکوع میں ہمیشہ "تطبیق" کیا کرتے تھے یعنی دونوں ہاتھ رکوع کی حالت میں رانوں کے درمیان دباتے تھے" گویا انہوں نے عمرؓ میں ایک دفعہ بھی آنحضرتؐ کے پیچھے نماز نہیں پڑھی تھی یا ہمیشہ نماز میں کھوئے رہتے تھے۔

حضرت عثمانؓ غنی اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت

م سعد بن ابی وقاصؓ امہ ان کی طرف اشارہ کر کے ان پر چوٹ کی ہے مفصل بحث آگے آئے گی۔

بارے میں فلاں فلاں بات نہیں کہی۔ حالانکہ لوگوں نے اپنے کانوں سے ان کو کہتے سنا تھا۔ جب ان سے کہا گیا کہ ہمارے سامنے تو آپ کھڑے تھے۔ پھر وہاں آپ نے قسم کیوں کر کھائی؟ تو کہنے لگے:-

انی آشتوی دینی | "میں اپنے دین کا ایک حصہ دوسرے
بعضہ ببعض حافہ | حصہ کے ذریعے خریدتا ہوں۔ تاکہ
ان ینا حب تحلہ | سارا دین ضائع نہ ہو جائے!"
اس کو مسعر بن کدام نے عبد المالک بن میسرہ کی دست
سے نزال بن سبرہ سے دعا یت کیا ہے۔

نظام اور طعن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر
عمر رضی اللہ عنہما حضرت عثمان رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما چاروں
نے ان کو جھٹلایا ہے۔ ایک دفعہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
نے ایک موزے میں پھرے کی ممانعت والی حدیث بیان
کی۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک موزہ پہن کر پھرے لگیں۔ اور
فرمایا "میں ضرور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کروں گی"

مفسدات تمار | اور جب انہوں نے یہ حدیث بیان
کی کہ کتا عورت یا گدھا سامنے
گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
فرمایا کہ میں نے بسا اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تخت پر نماز
پڑھتے دیکھا ہے۔ جب کہیں ان کے اور قبلہ کے درمیان
لیٹی رہتی تھی۔

اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وضو اور
لباس میں دائیں طرف سے پہل کرتے ہیں، تو انہوں نے
پانی منگو کر وضو کیا اور بائیں اعصابہ کو پہلے دھوتے
ہوئے کہا کہ "میں ضرور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کروں گا"
اور جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کرتے وقت یہ کہنا
شروع کیا کہ میرے ظلیل نے یوں فرمایا ہے یا میں نے
اپنے ظلیل کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے

عثمان رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ کہ انہوں نے قرآن مجید کو ایک
لہجے کے ساتھ کیوں مخصوص کر لیا۔ اور اگر گالیاں نہ دیتا۔ تو
اور کیا کرتا۔ اس کے پاس بجز فحش گوئی اور طعن و تشنیع کے
دھرا کیا تھا۔

نظام نے جب یہ سنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کے دنوں
میں منیٰ میں (قصر کی جگہ) پوری نماز ادا کی تھی، تو ان کا
مخالفت ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ ان کو قصر نماز پڑھ لینی چاہیے تھی
لیکن جب خود حج کو گیا تو اس نے بھی نماز پوری پڑھ لی سوال
ہو تو کہنے لگا:-

الخلافت شر و الفحشاء شر | "خلافت اور افتراق سے شر اٹھتا ہے۔"
بہت سارے مسائل میں وہ خود قصد اجماع کی
مخالفت کر کے اس شر کو بھڑکایا کرتا تھا۔ یہاں تو اس نے
عام مسلمانوں کی مخالفت کو سبب شریا ہے لیکن اس واقعہ
کو مستثنیٰ کرنے کے بعد

حدیث جن میں تعارض | ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق
کہتا ہے کہ وہ اکثر متناقض
باتیں کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے زلیعوں (بائیں)
کی قوم کو دیکھ کر کہا کہ یہ لوگ ان جنات سے بہت مشابہ ہیں
جن کو میں نے لیلۃ الجن میں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں) دیکھا
تھا۔ اسکو سیدمان تیمی نے ابو عثمان نہدی سے روایت کیا ہے
اور داؤد نے شعبی کی وساطت سے علقمہ سے روایت
کی ہے کہ انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا
آپ لیلۃ الجن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے؟ تو انہوں نے
جواب دیا:-

مَا شَهِدْهَا مِثْنًا | "میں میں سے کوئی بھی اس بات آنحضرت
آحد" کے ساتھ نہیں تھا"

حضرت حذیفہ بن یرطعن | حضرت حذیفہ بن الیمان کے
متعلق لکھتا ہے کہ انہوں نے
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے قسم کھا کر کہا کہ میں نے آپ کے

کہا: اے ابو ہریرہؓ! حضرت مکب تمہارے خلیل تھے! اور جب ابو ہریرہؓ نے روایت بیان کی کہ جُنُبِ آدمی کا روزہ درست نہیں، تو مروان (گورنر مدینہ) نے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو کہلا بھیجا۔ انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرتؐ بحالت جنابت صبح کر کے بھی روزہ رکھ لیتے تھے۔ مروان نے اس ایلچی سے کہا کہ جا کر ابو ہریرہؓ کو بتا دو۔ اس نے آکر بتا دیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا، مجھے تو یہ بات حضرت فضل بن عباسؓ نے بتائی تھی۔

نظام لکھتا ہے کہ دیکھو انہوں نے کس طرح ایک فرسے ہوئے آدمی پر حوالہ دیکر بات ٹال دی۔ حالانکہ اس سے پیشتر لوگوں کو برابر ہی وہم میں ڈال رکھا تھا کہ میں نے مسئلہ خود اس حضرت کی زبان سے سنا ہے۔

نظام کے مفوات کا جواب امام ابن قتیبہؒ فرماتے ہیں کہ نظام نے یہ باتیں

نبی کریمؐ کے اُن جلیل القدر صحابہؓ کے متعلق کہی ہیں جس سے اس حضرت نہایت خوش تھے اور جن کے بارے میں قرآن مجید میں یہ آیت اُتری ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِيْنَ
مَعَهُ اٰیٰتٌ اَوْفٰى اَلْكَفٰرِ
مُرْجَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهٖنًا
مُتَّحِدًا يَّتَعٰوَنُ فَعَلًا
مِّنَ اللّٰهِ دِرْهٰنًا اَسِيْحًا
فِيْ دُجُوْهِ سَمٍ مِّنْ
اٰثَرِ السَّجُوْدِ اَلْحَمْدُ

گو یا نظام اس آیت کو بالکل بھول گیا ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی کبھی نہیں سنا ہے کہ:-

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ
اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ
الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ

مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ
السَّكِيْنَۃَ عَلَيْهِمْ -

تھا، جو اُن کے دلوں میں تھا پس اللہ نے ان پر سکینہ اُتانا۔

اگر نظام کی یہ باتیں بالفرض سچی بھی ہوتیں، ان کی کوئی تاویل نہ ہو سکتی اور صحابہ کرامؓ کے حق میں کوئی عذر پیش نہ کیا جاسکتا پھر بھی اس کو چاہیے تھا کہ وہ ان باتوں کا چرچا نہ کرتا اور ان کو بالکل بھول جاتا۔ کیونکہ ان باتوں کی حیثیت صحابہ کرامؓ کے محاسن، مناقب، جانی اور مالی قربانیوں اور فضیلتِ صحبتِ رسولؐ کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔ چہ جائیکہ اس کے اعتراضات محققین کی نظروں میں کچھ وزن ہی نہیں رکھتے۔

حضرت عمرؓ کی طرف سے جواب نظام کا یہ دعویٰ کس قدر عجیب و غریب ہے

کہ حضرت عمرؓ نے جد کے میراث کے بارے میں ایک سو مختلف فیصلے کئے ہیں۔ اگر نظام درحقیقت بالغ نظر اور صاحبِ رائے ہوتا۔ تو اس کو چاہیے تھا کہ اعتراض کرنے سے پہلے اس مسئلے میں بھی منطقی احتمالات گن کر معلوم کر لیتا کہ کیا اس میں سوطر کے فیصلے ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز اگر واقعی حضرت عمرؓ نے اس مسئلے میں ایک سو فیصلے صادر فرمائے تھے، تو اس کا فرض تھا کہ ہمیں بتاتا کہ وہ کہاں لکھے ہیں کس کتاب میں درج ہیں۔ اگر سو نہیں تو دس ہی بتا دیتا۔ اگر دس نہیں تو پانچ فیصلے ہی بتا دیتا کیا محدثین ایسے گئے گزسے تھے کہ ان ایک سو فیصلوں میں سے پانچ یا چھ کو بھی نقل نہ کرتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر اس مسئلے کے تمام منطقی احتمالات جمع کر لئے جائیں تو بیس سے زیادہ نہیں نکل سکتے۔ پھر تم خود ہی سوچو کہ حضرت عمرؓ اس میں ایک تو مختلف فیصلے کو نوکر کر سکتے تھے؟ اگر نظام کو کوئی روایت پہنچی تھی، جو اُردوئے عقل ناممکن اور غلط تھی۔ تو چاہیے تھا کہ وہ اسے موضوع اور جعلی کہہ کر بھینک دیتا۔ مگر نہیں، وہ ایسا کیوں کرتا۔ اس کو تو حضرت عمرؓ کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنی تھی جس کے لئے جھوٹ کا سہارا بھی کافی تھا۔

اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ چاند بھی شق نہیں ہوا بلکہ عنقریب شق ہو جائے گا۔ تو پھر مجھے بتایا جائے کہ اس کے بعد کی آیت کا کیا مطلب ہوگا۔

وَاِنْ يَرَوْا آيَةً
يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا
سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ
اور اگر یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں
تو متنبہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو
پُرانا جادو ہے۔

کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ جب ایک گروہ نے چاند کو شق ہوتے دیکھا تو کہنے لگے ”هَذَا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ“ جیسے کہ وہ آں حضرتؐ کے دوسرے معجزات کے بارے میں بھی کہا کرتے تھے۔

اگر اس آیت میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ ایک گروہ نے شق قمر کا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا تو معلوم نہیں نظام نے ابن مسعودؓ کو کیوں ملزم ٹھہرایا ہے۔

خبر واحد نیز اس میں کیا استبعاد ہے کہ آں حضرتؐ کا ایک معجزہ صرف ایک دو آدمیوں کی زبانی

منقول ہو جائے۔ کیا نظام یہ کہہ سکتا ہے کہ معجزات کے بارے میں ایک یا دو راویوں کی روایت مقبول نہیں ہے؟

کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ روایتیں جن میں آں حضرتؐ کے ساتھ ایک بھیڑیے کی گفتگو یا ایک اونٹ کی شکایت یا

ایک قبر کا مردے کو باہر پھینکنے کا ذکر ہے۔ وہ سب ناقابل قبول ہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک کثیر جماعت کی زبانی منقول

نہیں ہیں؟

معوذتین کا مسئلہ ابن مسعودؓ نے معوذتین (خلق و الناس) کے سوا قرآن ہونے

سے جو انکار کیا تھا تو یہ ان کی ایک لغزش تھی۔ اور جب انہیں مکرم سے بھی باوجود معصوم ہونے کے لغزش ہو سکتی

ہے۔ تو دوسرے لوگوں سے کیوں نہیں ہو سکتی۔

انہوں نے ان دونوں سورتوں کو اپنے مصحف میں اس لئے درج نہیں کیا تھا کہ انہوں نے آں حضرتؐ کو دیکھا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ حضرت ابو بکرؓ کے متعلق جو اس نے عقرض بنایا ہے کہ ایک دفعہ تو انہوں نے قرآن شریف کی ایک آیت کے بارے

میں اپنی رائے ظاہر کرنے کو بڑا گناہ بتایا اور پھر حب کلالہ کی بابت ان سے پوچھا گیا تو اپنی رائے سے فیصلہ کر دیا اور اپنے قل کے

بوجہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سے ایک آیت متشابہ کی بابت دریافت کیا گیا تھا۔

جس میں انہوں نے احتیاطاً اپنی رائے ظاہر کرنے سے گریز کیا اور کلالہ کی بابت ان کو فیصلہ اس لئے کرنا پڑا کہ یہ واقعات مسلمانوں

کو پیش آرہے تھے اور وہ تقسیم میراث میں فتوے کے محتاج تھے اس لئے جس مسئلے میں قرآن وحدیث کے صریح ارشادات

موجود نہ تھے۔ اس میں بحیثیت امام اور امیر ہونے کے فتوے دینا ان کا فرض منصبی تھا۔

اسی طرح کے فیصلے حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زبیرؓ ثابت نے بھی کئے

ہیں۔ کیونکہ مسلمان بوقت ضرورت ان سے پوچھتے تھے اور یہ لوگ مسئلہ بتانے پر مجبور تھے۔

(میں پوچھتا ہوں) کہ اگر وہ لوگ کلالہ اور جد کی میراث کے متعلق فیصلہ دیتے تو اور کیا کرتے۔ کیا اس بات کا انتظار

کرتے کہ جناب نظام صاحب اور ان کے ہم مشرب پیدا ہو جائیں تو وہ عقلی ڈھکوسلوں سے ان مسائل کو حل کر لیں گے؟

یا للحبیب!

حضرت ابن مسعودؓ شق قمر کے متعلق نظام نے عبد اللہ بن مسعودؓ کی تکذیب نہیں کی ہے

بلکہ اس نے نبوت کے علم کو سرنگون کرنا چاہا ہے اور خود قرآن عظیم کی تکذیب کی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ

نے فرمایا ہے :-

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالنَّشْءُ
الْقَمَرُ۔
قیامت قریب آگئی اور چاند بھٹ گیا۔

خاکساریات

میں نے خاکساریٹ کیوں چھوڑا؟

شیخ مقبول احمد صاحب دامت برکاتہم سابق مبلغ خاکسار

کا بیان

میں آج ایک عرصہ کے بعد اپنے قلم کو حرکت دینے لگا ہوں جبکہ میں نے چند روز مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کی اشد ضرورت محسوس کی۔

آج سے دس سال پیشتر ایک انگریزی دان نے (جس کی تعلیم و تربیت انگریزی ماحول میں ہوئی اور جس نے دشنام اسلام کے سامنے دوزخ کو ہر مذہب و اخلاق کا دہس حاصل کیا) ایک تحریک کا آغاز کیا اور اس کا نام رکھا "خاکسار تحریک"۔ تذکرہ، اشارات، قول فیصل اور اسی قسم کی دوسری تصانیف میں اس نے مسلم قوم کو اُتو بنانے کے لئے مسک جہاد کو پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کو جوش و لاکر اپنی تحریک میں دُغم کرنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے جس میں اسے کچھ کامیابی بھی ہوئی تھی یہ ہر وقت کہنے کے لئے تیار ہوں کہ خاکسار کی نمائندگی تحریک بظاہر بہت اچھی ہے۔ جسے قبول کرنے اور بیلچہ اٹھا کر ان میں شامل ہو جانے کے لئے ہر سطح پر نوجوان مسلمان کا دل بے قرار ہو جاتا ہے اور میں اپنی غلطی پر پشیمان ہوتے ہوئے یہ صاف کہہ دینے کیلئے تیار ہوں کہ میں بھی زمانے میں اس ظاہری نمائش کا شکار ہو کر سخت غلطی کر بیٹھا جس کے لئے میں آج تک اپنے دل میں شرم محسوس کر رہا ہوں۔ میں از حد عاجز و ناتواں پر بارگاہ الہی میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو جو غلط فہمی پر مبتلا ہو کر کسی وقت مجھ سے سہرا نہ ہوا۔ معاف فرمائے۔

کہ وہ امام حسنؑ و امام حسینؑ اور دوسرے لوگوں پر ان سورتوں کو پڑھ کر چھوٹکا کرتے تھے۔ جیسے کبھی کبھی "اعوذ بکلمات اللہ التامۃ" پڑھ کر چھوٹکتے تھے۔ انہوں نے گمان کیا کہ یہ قرآن کی سورتیں نہیں صرف دعائیں جلتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے مصحف میں ان کا اندراج نہیں کیا۔

بالکل اسی طرح ان کے برعکس حضرت ابی بن کعب نے دعاء قنوت کو قرآن سمجھ کر اپنے مصحف میں درج کیا تھا اور ان کو دوسورتوں پر تقسیم کیا تھا کیونکہ انہوں نے یہ دعاء حضرت کی زبان مبارک سے نماز میں سنی تھی۔ اس لئے ان کو گمان ہو گیا تھا کہ یہ بھی قرآنی آیتیں ہیں۔

تطبيق کا مسئلہ | تطبيق، جس کو نظام نے اتنی اہمیت دی ہے، فرائض سے تعلق نہیں رکھتا۔ فرض تو رکوع اور سجدہ ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا | "رکوع کرو اور سجدہ کرو"

اب جس نے اپنے ہاتھ رانوں کے بیچ میں دبا دیئے اور جس نے گھٹنوں پر رکھ دیئے۔ دونوں کے متعلق کہا جائے گا کہ انہوں نے رکوع کیا۔ کیونکہ یہ باتیں فرائض اور اداکان میں سے نہیں بلکہ آداب صلوٰۃ میں سے ہیں اور نماز کے آداب میں برابر اختلاف رہا ہے بعض اکڑوں بیٹھتے ہیں۔ بعض پاؤں باہر کو نکال کر بیٹھتے ہیں اور بعض ایک پاؤں بچھا کر اور دوسرے کو کھڑا رکھ کر بیٹھتے ہیں اور ان سب صورتوں میں نماز ہو جاتی ہے۔ (باقی آئندہ)

شمس الاسلام کی اشاعت بڑھانا
ہر وہی خواہ اسلام کا فرض اولین ہے۔
(مینجر)

میں مانتا ہوں کہ اس تحریک میں بڑے بڑے انگریزی دان رئیس اور امیر زادے بھی شامل ہیں۔ مگر میں ساتھ ہی یہ بھی کہہ دینے کے لئے تیار ہوں۔ کہ یہ لوگ قرآن سے ناواقف ہونے کے سبب سے ہر راہ رو کے پیچھے چلنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ مسٹر عنایت اللہ نے جو شیلے الفاظ میں مرج مسالہ اچھی طرح لگا کر لفظ جہاد کو پیش کیا۔ قوم میں جوش بکھا۔ قوم کے جذبات جو ایک عرصے سے دبے ہوئے تھے۔ اس کے جو شیلے جذبات کو دیکھ کر اُبھر نے شروع ہوئے۔ قوم نے اُس کے دلی خیالات کو نہ سمجھا۔ قوم نے یہ نہ سمجھا کہ یہ از حد خوبصورت سانپ ہے۔ یہ ظاہر طور پر جتنا خوبصورت ہے، اندر سے اتنا ہی زہریلا ہے۔ یہ جہاد کا لفظ پیش کر کے قوم کو اندھی تقلید کی تسلیم دے کر اطاعتِ امیر کا غلط مفہوم ذہن نشین کرتے ہوئے اسلام سے بہت دور لیجا نا چاہتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس چالاک پتیلے نے قومی ایک چیز قوم کے سامنے کچھ اس طریقے سے پیش کی کہ قوم کے جو شیلے اور عربی زبان سے بے علم نوجوانوں کو دوسرے سوالات و مسائل دریافت کرنے کا خیال ہی نہ رہا اور اس طرح وہی انگریزی دان وغیرہ اس کی تحریک میں شامل ہونا شروع ہو گئے۔ جب انگریزی دانوں کے دماغ اس چالاک کی کو نہ سمجھ سکے۔ تو بے چارے مزدور اور عوام بھلا کیا سمجھ سکیں گے۔ ظاہری نمائش کے وہ بھی عاشق بن گئے اور اس طرح یہ تحریک بڑھ گئی۔ بعض انگریزی دان پہلے ہی اسلام کی پابندیوں سے بیزار ہیں اور وہ آسان اسلام کی تلاش میں تھے۔ یہاں انہیں دو چیزیں نظر آئیں۔ ایک تو وہ خاکساروں میں رہ کر جب بھی دل چاہے۔ تیمم کر کے بوٹوں سمیت نماز پڑھ سکتے تھے۔ ادارہ کی طرف سے صرف عشاء کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھنے کا حکم تھا۔ باقی نمازیں پڑھے پانہ پڑھے۔ ادھر سے کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ نیز وہ انگریزی دان جن کی پرورش انگریزی

تہذیب و تمدن میں ہوئی۔ وہ فیشن ایبل، ظاہر داری کے عاشق، نئی روشنی کے پروانے نوجوان، جن کو زمانے کے چکروں نے ڈاڑھیوں اور عربی تہذیب و تمدن کے عاشق مولویوں سے قطعی متنفر بنا دیا تھا۔ اپنی نئی حاصل کردہ تہذیب میں اسلام کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مشرقی کے پیش کردہ نئے اور آسان اسلام نے انہیں اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اسلئے کہ مشرقی کے نئے اور خانہ ساز اسلام میں جہاں اور چیزیں تھیں وہاں ساتھ ہی خاص طور پر یہ بھی ایک چیز سکھائی گئی۔ کہ شام کے وقت ایک بار پریڈ لیا کرو۔ اور اگر امیر کسی ضروری کام یا کسی کی خدمت کے لئے بکلائے تو وہاں چلے جانا۔ باقی تمام کاموں سے چھٹی ملی۔ باقی تمام کام عملی طور پر مشرقی کی سکھائی ہوئی تعمیرِ جسم کے مطابق ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

خاکساروں کی بد اعمالی | میں نے بہت سے خاکساروں کو دیکھا، جن کو مرکز سے حکم ہوا تھا کہ اپنے والدین کے ساتھ تعلقات توڑ دو۔ اس لئے کہ وہ انہیں خاکسار رہنے سے منع کرتے ہیں اور خاکسار تحریک میں شامل رہنا زیادہ ضروری ہے نسبت والدین کی فرمانبرداری کے۔ میں نے ۹۹ فی صدی خاکساروں کو دیکھا، جو بے نماز ہیں۔ اگرچہ کسی کسی وقت لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کبھی کبھی سالار کی طرف سے نماز پڑھنے کا حکم ہو جاتا ہے اور پھر باجماعت نماز پڑھ لی جاتی ہے۔ میں نے وہی کیمپ میں سالار اقل ڈاکٹر نذر محمد جلی کو دیکھا۔ وہ سالار اقل تھے یعنی سب سے بڑے آفیسر جن کا قلم کیمپ میں رہنے والے خاکساروں کے لئے احکام نکالا کرتا تھا۔ آپ حیران ہو گئے کہ میں کیمپ میں قریب ایک ماہ رہا اور اس ایک ماہ میں میں نے لوگوں کی نماز پر خاص نظر رکھی۔ سالار اقل ڈاکٹر نذر محمد صاحب نے ایک ماہ میں صرف ۹ نمازیں ادا کیں اور باقی میں سے سوائے گنتی کے چند آدمیوں کے سب عملی

طہر پر تارک نماز تھے۔

میں ایک بالکل نئی چیز جس نے مجھے خاکساروں سے متنفر کیا۔

چھپانا نہیں چاہتا۔ دہلی سے قریب چودہ میل کے فاصلے پر ایک قصبہ ہے جس کا اس وقت مجھے نام یاد نہیں رہا۔ ہمیں سالار اقل کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ ہم تبلیغی سلسلے میں وہاں جائیں۔ مجھے سالار تبلیغ بنایا گیا۔ سیالکوٹ کا ایک خاکسار نائب سالار حبیش اور تجارت کے صانع میں ایک قصبے میں رہنے والا ایک آدمی (جس نے چوری، ڈاکہ وغیرہ مختلف جرموں میں مختلف اوقات میں چودہ سال جیل کاٹی ہوئی ہے) ہمیشہ کا سالار اقل بنایا گیا۔ ہمارے حبیش میں تقریباً ۳۰ آدمی موجود تھے۔ ہم پیدل مارچ کرتے ہوئے اس قصبے میں پہنچے۔ جمعہ میں میری تقریر ہوئی۔ فرداً فرداً بھی ہم کئی آدمیوں کو لے اور انہیں بڑے جوشیلے الفاظ میں تحریک میں شامل ہو کر خاکسار باعث کھڑی کرنے کے لئے کہا۔ رات کے وقت جبکہ سونے کا وقت آیا تو سب نے مسجد میں بسترے بچھائے۔ ہمارے سالار اقل اور نائب سالار کے بستر محراب کے ساتھ بچھائے گئے۔ اب انہوں نے مسجد کے دروازے بند کر دیئے اور بیڑیاں نکال کر اپنی شروع کر دیں اور یہ کام سب پہلے سالار اور نائب سالار نے شروع کیا۔ اور بعد میں سب نے اپنی شروع کر دیں میں نے بہت منع کیا۔ مگر ان میں سے کوئی باز نہ آیا۔ میں نے کہا کہ تم بڑا بھاری گناہ کر رہے ہو۔ جواب دیا گیا کہ ایسے گناہ کی ہم پرہا نہیں کرتے ہم جہاد میں نکلے ہوئے ہیں اور جہاد میں یہ جائز ہے۔

میں نے کہا کہ سالار صاحب! کو تو ال کو چور کی ڈاٹل یہ مسئلہ کہاں لکھا ہے۔ کیا آپ دیکھا سکیں گے؟ تو سردار صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ تم کوئی کلام مت کرو اور سو جاؤ۔ میں نے کہا کہ

جب تک آپ مجھے اس کا جواب نہ دیں گے یا بیڑیاں نہ بچھا دیں، تب تک میں نہ خاموش ہو سکتا ہوں اور نہ سو سکتا ہوں۔ اس پر سالار صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تم نے خاموش نہ رہ کر اپنے وقتی امیر کی حکم عدولی کی ہے اور سالار کے حکم کی خلاف ورزی کے جرم میں میں تمہیں دو قوتوں کی سزا دیتا ہوں اور وہ دو درے مجھے صرف اس جرم میں کھانا پڑے کہ میں شریعت کا سختی سے پابند تھا۔

سالار اقل کا فتویٰ

میں نے کیمپ میں جا کر سالار اقل مسجد میں بیڑیاں پٹی گئی ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ تم خاموش رہو اور کسی سے کہنا نہیں تاکہ تحریک کی کوئی مخالفت نہ کر سکے۔ ورنہ یہ ناجائز نہیں ہے، گناہ نہیں ہے، اور آپ نے مزید فرمایا کہ ترکی، مصر وغیرہ اسلامی مالک میں تم جا کر دیکھو کہ مسجدوں کی محرابوں میں حق تعالیٰ موجود ہیں اور وہ وہاں سب پیتے ہیں۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو وہ کیوں پیتے، (بعد میں میں نے چند ایسے آدمیوں سے اس بارہ میں دریافت کیا۔ جو ترکی اور مصر وغیرہ ہو کر آئے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ قطعی غلط ہے۔ مسجد کی چار دیواری کے اندر بھی حق تعالیٰ لایا جاتا ہے۔)

مشرقی کا فتویٰ

میں نے جب لاہور میں آکر مشرقی صابا سے رپورٹ کی تو آپ نے فرمایا کہ اگر مسجد میں حق تعالیٰ بیڑی نہ پٹی جائے تو بہتر ہے تاکہ فساد نہ پڑے۔ لیکن اگر کوئی آدمی پی لے تو کوئی گناہ نہیں۔ میں نے مشرقی صاحب سے کہا کہ کیا آپ یہ الفاظ تحریر کر کے دے سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے جب زبانی جواب دے دیا تو تحریر کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر میں خاموش ہو گیا۔ اس قسم کے چار واقعات مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا جس سے ہر انسان خاکساروں کی اندرونی ہسلیت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ (باقی صفحہ کالم ملے)

ص ۳۰

قرآن مجید اور شیعہ

(۳۱)

(از مولانا حکیم پیر عبدالحق صاحب مزمل امرتسر)
(۲۳) تفسیر صافی ص ۱۱۱ کنتم خیر امة اخرجت للناس
الاکہ اس آیت کے پڑھنے والے کو امام جعفر صادقؑ نے
فرمایا کہ کیا یہ امت سب امتوں سے اچھی ہے جس نے
حضرت امیر المومنین اور حسین بن علی کو قتل کر دیا۔ پس امام سے
پوچھا گیا اے فرزند رسولؐ یہ آیت کس طرح نازل ہوئی تھی؟ امام
نے فرمایا۔ یوں نازل ہوئی تھی۔ انتم خیر امة اخرجت للناس
(جو امام لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے تم ان سب سے اچھے ہو) اس
کے بعد فرمایا کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت

(بقیہ از صفحہ ۲۹)

تفاوت رہا از کجا
ست تابکجا؟
یہاں میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری
سمجھتا ہوں کہ مشرقی صاحب کے
حکم کے مطابق کسی خاکسار کو پریڈ
کرتے وقت یا ڈیوٹی پر کھڑے ہوئے سگریٹ یا ٹیری پینے کی
اجازت نہیں چنانچہ دہلی کیمپ میں میرے سامنے ایک خاکسار
کو دودھ دے صرف اسی جرم میں لگائے گئے تھے کہ اس نے
رات کو پہرے پر کھڑے ہوئے سگریٹ پیاتھا جیرانی تو یہی
تھے کہ جو سگریٹ مشرقی صاحب نے اپنے حکم سے ڈیوٹی
پر پینے کی مانگت کر رکھی ہے اور اگر کوئی پئے تو اسے
دوسرے لگائے جاتے ہیں۔ مگر اس کے قطعی خلاف خاکساروں
کا تبلیغی غیش بمع سالار اور نائب سالار سب کے سب سجد
کے اندر سگریٹ پیتے ہیں اور انہیں کوئی سزا نہیں دی جاتی بلکہ
اسے جائز قرار دیا جاتا ہے۔ (باقی آئندہ)

کے آخر میں ان کی یوں مدح کی ہے۔ تا صرون بالمعروف
وتنهون عن المنکر وتؤمنون باللہ (تم نیکی کرنے کا حکم دیتے
ہوتے اور بدی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو)
یعنی یہ قرینہ بنایا کہ دراصل ائمہ کا لفظ تھا جس کے مناسب
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ ہے مگر لوگوں نے
ائمہ کی بجائے ائمہ بنا دیا۔ جس کو بقول شیعہ مضمون آیت
کے غیر مناسب قرار دینا امام جعفر کی طرف منسوب کیا گیا ہے
بہر کیف تحریف کے قائل تو ہو گئے۔ یہی مضمون حیات القلوب
جلد سوم ص ۱۹ میں بھی بحوالہ امام جعفر صاحب منقول ہے۔
(۲۴) تفسیر صافی ص ۱۱۱ والذین یقولون
ربناھب لنا من امر داجنا وذریۃنا تافۃ عین
واجعلنا للمتقین اماما۔ اس پر امام نے فرمایا بیشک
انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بڑی چیز کا سوال کیا ہے کہ انکو
پرہیزگاروں کا امام بنا دے پس آپ سے پوچھا گیا کہ اے
فرزند رسولؐ یہ آیت کس طرح نازل ہوئی تھی؟ امام نے
فرمایا کہ یوں نازل ہوئی تھی واجعل لنا من المتقین اماما۔

(یعنی ہمارے واسطے پرہیزگاروں میں سے امام بنا) اس میں
بھی صریح تحریف کا اقرار ہے۔

(۲۵) تفسیر صافی ص ۱۱۱ ایہ لہ معقبات من بین

ید یہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ امام
جعفر کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔ امام نے فرمایا خدا کے
امروقتضا سے کوئی چیز کیونکہ بجائی جاسکتی ہے اور معقبات
کیونکہ من بین یدہ کی طرف سے ہو گئے۔ پس امام سے
پوچھا گیا اے فرزند رسولؐ صلعم! یہ آیت کس طرح ہے
امام نے فرمایا اصل میں یوں نازل ہوئی تھی۔ لہ معقبات
من خلفہ ومن قیب من بین ید یہ یحفظونہ
بامر اللہ۔ اس میں بھی صاف تحریف کا اقرار ہے۔

(۲۶) واذاخذ اللہ میثاق النبیین کو تفسیر

عیاشی میں لکھا ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا۔ دراصل آیہ یوں

تھی۔ واذا خذنا الذین اٰمنوا من الذین یبغون (ترجمہ شیعہ)
اس میں سے لفظ ائم کو حذف تسلیم کیا گیا ہے۔

(۲۶) ائمن کان علی بدیعة من سر بہ دیتلوہ
شاہد منہ ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماما ورحمہ
تفسیر قمی میں امام جعفر سے منقول ہے کہ اصل آیت یوں
نازل ہوئی تھی۔ ائمن کان علی بدیعة من سر بہ و
یتلوہ شاہد منہ اماما ورحمہ ومن قبلہ کتاب موسیٰ
نیز امام محمد باقر سے منقول ہے کہ اصل آیت یوں
تھی۔ ائمن کان علی بدیعة من سر بہ (یعنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم) دیتلوہ شاہد اماما ورحمہ و
من قبلہ کتاب موسیٰ اولہک یوصون بہ۔

پس لوگوں نے جمع کرتے وقت آگے پیچھے کر دیا۔
(ترجمہ شیعہ ص ۵۳) اسی طرح تفسیر صافی میں بھی موجود ہے۔
اس میں بھی تحریف کا اقرار صراحتاً ہے بلکہ تحریف و تحریف
جو کہ خود شیعوں میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا کہ اصل آیت کیا
تھی چنانچہ امام باقر سے کچھ اور منقول ہے اور امام جعفر
سے کچھ اور۔

افسوس کیا اسی قرآن کو لے کر شیعہ صاحبان غیر مذاہب
کو اپنے مذہب ۔۔ کی تبلیغ کیا کرتے ہیں۔

(۲۸) ترجمہ شیعہ ص ۵۵۔ آیہ آمرونا مترفہا کے
حاشیہ میں لکھا ہے کہ تفسیر عیاشی میں امام بزرگ صاحب
منقول ہے کہ یہ لفظ اصل میں آمرونا (بہ تشدید اہم) ہے
جس کے معنی ہیں "ہم نے زیادہ کر دیا" آمرونا نہیں۔
جیسا کہ موجودہ قرآن میں ہے۔ یہ روایت تفسیر صافی میں
بھی موجود ہے۔

(۲۹) ترجمہ شیعہ ص ۵۶۔ قال لقد علمت ما
انزل هو کلاء الارباب السموات والارض من بصائر
اس آیت کے حاشیہ میں ہے "تفسیر مجمع البیان میں
مروی ہے کہ جناب امیر المومنین نے اسی عبارت کے بارے

میں فرمایا کہ وہ دشمن خدا یعنی فرعون کچھ بھی نہ جانتا تھا۔
البتہ جناب موسیٰ جاننے والے تھے پس انہوں نے
لَقَدْ عَلِمْتُ فرمایا تھا جس کے معنی ہیں میں نے یقیناً
جان لیا۔ آگے مترجم صاحب فرماتے ہیں کہ "جن لوگوں
نے قرآن ناطق کو چھوڑ دیا۔ ان کا قرآن صامت کے
الفاظ کو اس طرح زیر و زبر کرنا کچھ بعید نہ سمجھئے"
تفسیر صافی میں یہ روایت مجمع البیان کے ہی حوالہ
سے موجود ہے خط کشیدہ الفاظ میں کیسا صاف تحریف
کا اقرار ہے۔

(۳۰) وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا
مسکوراً۔ (ترجمہ شیعہ ص ۵۵) پر مترجم نے حاشیہ لکھا ہے۔
"تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر سے منقول ہے کہ
جبریل ابن نے جناب رسول خدا کو یہ آیت اس طرح پہنچائی
تھی وقال الظالمون لا لک محمد حقہم ان تتبعون
الا رجلا مسکوراً۔ اسی طرح یہ روایت تفسیر صافی
میں بھی ہے۔ خط کشیدہ الفاظ موجودہ قرآن میں نہیں ہیں۔

(۳۱) تفسیر صافی والمکذ بین ادلی النجۃ
(مزل) کے تحت میں ہے کہ "کافی میں امام موسی کاظم
سے یوں منقول ہے۔ والمکذ بین بوصیتک (یعنی
جھٹلانے والے تیرے دسی کو) جب امام سے پوچھا گیا کہ
آیت اسی طرح نازل ہوئی۔ تو امام نے فرمایا ہاں۔ ہمتی۔
موجودہ قرآن میں بوصیتک کا لفظ موجود نہیں ہے۔

(۳۲) تفسیر روح المعانی جلد اول ص ۷ میں ہے
ابن شہر آشوب مازندرانی نے کتاب المثالب میں ذکر
کیا کہ سورۃ ولایت تمام قرآن میں سے نکال دیجئی۔
اسی طرح سورۃ احزاب کا اکثر حصہ نکال دیا گیا۔ کیونکہ
وہ سورہ انعام کی مثل لمبی تھی۔ پس اس میں سے اہل
بیت کے فضائل نکال دیئے گئے۔ اسی طرح آیہ لا خزین
ان اللہ معنا سے پہلے دیکھ حذف کر دیا گیا ہے

کے اقوال قرآن کی تحریف کے بارے میں لکھے جاتے ہیں:-

(۱) تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا اگر قرآن میں کمی اور زیادتی نہ کی ہوتی، تو ہمارا حق کسی عقل مند پر پوشیدہ نہ رہتا۔ اگر امام قائم علیہ السلام ظاہر ہو کر بولیں تو قرآن آپ کی تصدیق کرے اور تفسیر نہ کرے ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا اگر قرآن پڑھا جائے جیسا کہ نازل ہوا تو یقیناً ہم کو اس میں نام بنام پائے گا۔ تفسیر صافی ص ۱۸۰

(۲) علامہ محسن کا شہی لکھتے ہیں کہ ان تمام حدیثوں سے اور ان کے علاوہ اور جس قدر روایتیں اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہیں۔ ان سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان میں ہے وہ پورا جیسا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا نہیں ہے بلکہ اس میں سے کچھ خلاف ما انزل اللہ ہے اور کچھ تغیر اور تحریف کیا ہوا ہے اور اس میں سے بہت سی چیزیں نکال ڈالی گئی ہیں مثلاً علی علیہ السلام کا نام بہت مقامات سے اور لفظ آل محمد کئی بار اور منافقوں کے نام ان کی جگہوں سے اور ان کے علاوہ اور بہت سی چیزیں نکال ڈالی گئی ہیں۔ نیز اس قرآن کی ترتیب بھی خدا اور رسول کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔ اسی کے قائل ہیں علی بن ابراہیم۔ انتہی تفسیر صافی ص ۱۸۰

(۳) تفسیر صافی ص ۱۸۰ میں ہے:- رہا ہمارے مشائخ کا اعتقاد اس بارے میں سوثقہ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی طاب ثراہ کی نسبت ظاہر یہ ہے کہ وہ قرآن میں تحریف و نقصان کے معتقد تھے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب کافی میں اس مضمون کی روایتیں نقل کی ہیں اور ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مہذا اپنی کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں کہ:- جو حدیثیں ہم اس کتاب میں نقل کریں گے ہمیں ان پر وثوق ہے۔ اسی طرح ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی بھی تحریف کے معتقد تھے۔ کیونکہ ان کی تفسیر ایسی روایتوں سے پُر ہے اور ان کو اس عقیدے میں غلو ہے۔ اسی طرح

اور آیہ وقفوہم انہم مستولون کے بعد عن ذکایتہ علی اور کفی اللہ المؤمنین القتال کے بعد بحلی بن ابی طالب اور وسیعہ الذین ظلموا کے بعد آل محمد ساقط کر دیا گیا ہے۔ وغیر ذلک انتہی۔

نوٹ:- آجنگ سنی حضرات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مصاحبت ہجرت اور واقعہ غار کو پیش کیا کرتے تھے اور ہم لوگ حزن اور خوف کی تفسیر سے لاکھنغ اور لاکھنغ میں فرق بیان کیا کرتے تھے اور شیعہ صاحبان اذ یقول صاحبنا میں صاحب کے لفظ کو تعریف کے الفاظ سے خارج کیا کرتے تھے۔ مگر اس روایت کے بل جانے سے تو معاملہ بالکل آسان ہو گیا۔ صرف ذرا سا تحریف قرآن کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ بس ویلک لاکھنغ ثابت ہونے پر سب تحقیقات ہیائے منشور ہو گئیں۔ اب سنیوں کے پاس ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعریف کا سامان ہی نہ رہا۔ صرف ذرا سا کلمہ تحریف کہنے سے کتنا بڑا میدان مارا۔ ماشاء اللہ۔ مگر یہ بھی دیکھا کہ کتاب اللہ کو تحریف تسلیم کیا۔ جس کا اثر آگے چل کر معلوم ہوگا۔

(۴) ان اللہ اصطیٰ ادم ونوحا وال ابراہیم وال عمران علی العالمین ذریۃ بعضہا من بعض واللہ سمیع علیم۔

حیات القلوب جلد سوم ص ۱۱۱ میں امام موسیٰ کاظمؑ سے علی بن ابراہیم نے نقل کیا ہے کہ اصل میں آل ابراہیم وال عمران وال محمد علی العالمین تھا۔ لیکن تفسیر صافی میں اسی آیت کے ماتحت عیاشی سے مروی ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا اصل آیت یوں تھی آل ابراہیم وال محمد علی العالمین۔ لوگوں نے لفظ محمد کی جگہ عمران بنا دیا۔ ماشاء اللہ شیعوں کے ناطق قرآن میں بھی اختلاف ہو گیا۔ ایک امام کی طرف آل عمران کا اثبات منسوب ہے۔ دوسرے سے نفی و علی ای تقدیر آل محمد کا لفظ ضرور تھا۔ کیا ان مجھوٹی روایتوں کو کوئی شخص سچا کر سکتا ہے؟ اب علماء شیعہ

شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی بھی تحریف کے معتقد تھے کیونکہ وہ بھی کتاب الاحتجاج میں ان دونوں کے طریق پر چلے ہیں۔ انتہی۔

(۴) فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب للعلامة حسین بن محمد نقی النوری الطبرسی مطبوعہ ایران ۱۲۹۸ھ ض ۳ میں ہے کہ سید محمد جزائری نے کتاب الوار میں فرمایا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اصحاب امامیہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ وہ روایتیں صحیح بلکہ مستفیض بلکہ متواتر ہیں۔ جو صراحتہ تحریف قرآن پر دلالت کر رہی ہیں۔ انتہی۔

(۵) فصل الخطاب مذکور ض ۲۲ پر لکھتے ہیں۔ روایات تحریف قرآن بہت ہیں۔ حتیٰ سید نعمت اللہ الجزائری نے اپنی بعض تصنیفات میں لکھا ہے۔ جیسا کہ ان سے نقل کیا گیا ہے کہ جو روایتیں تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں وہ دو ہزار حدیث سے زیادہ ہیں۔ اور ایک جماعت نے ان روایتوں کے مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ شیخ مفید اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہم بلکہ شیخ نے بھی تبیان میں ان روایات کے بہت ہونے کی تصریح کی ہے۔ بلکہ ایک جماعت نے ان کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس جماعت کا ذکر آگے آئے گا۔ جاننا چاہیے کہ یہ روایتیں کتب معتبرہ سے منقول ہیں جن پر ہمارے اصحاب کا اعتماد ہے احکام شرعیہ اور آثار نبویہ کے ثابت کرنے میں۔ انتہی۔

(۶) پھر صاحب فصل الخطاب نے آخر کتاب میں اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے اور ان محدثین کے نام لکھے ہیں جنہوں نے تحریف قرآن کو متواتر کہا ہے۔ ان ناموں میں علامہ مجلسی کا نام بھی ہے اور ان کی عبارت کا ایک یہ جملہ قابل دید ہے ”میرے نزدیک تحریف قرآن کی روایتیں متواتر ہیں اور ان سب روایتوں کو ترک کر دینے سے ہمارے تمام فن حدیث کا اعتبار جاتا رہے گا۔ بلکہ

میرا علم یہ ہے کہ تحریف قرآن کی روایتیں مسئلہ امامت کی روایتوں سے کم نہیں ہیں لہذا اگر تحریف قرآن کی روایتوں کا انکار کیا جائے تو مسئلہ امامت بھی روایات سے ثابت نہ ہو سکے گا۔ انتہی۔

حاصل اس لمبی تحریر کا یہ ہوا کہ شیعوں کے متقدمین قرآن میں ہر قسم کی تحریف کے قائل ہوئے ہیں۔

مگر تعجب کی بات کہ جو لوگ ان کے مذہب کے ستون ہیں، وہ تحریف قرآن کے منکر

ہیں۔ خاص کر شیخ صدوق جو ان کے ہاں کی حدیث کے مولف ہیں اور شیخ الطائفہ طوسی جو احادیث صحاح کی دو کتابوں کے مصنف ہیں تیسرے علم الہدیٰ جو شیخ طوسی کے استاد ہیں۔ چوتھے ابو علی طبرسی متوفی ۵۲۰ھ ہیں جو تفسیر مجمع البیان کے مصنف ہیں۔ یہ سب لوگ موجودہ قرآن کو تقریباً ایسا ہی کامل مکمل اور غیر تحریف تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن متقدمین میں کوئی شخص ان کا موافق نہیں معلوم ہوتا۔ ان چاروں کے سوا ابو علی طبرسی متوفی ۵۲۰ھ کے طبقہ تک کوئی شخص ان کا صریح مخالف معلوم نہیں ہوتا۔ جن لوگوں نے شیعہ مذہب کی بنیادی انیٹس رکھی تھیں وہ سب کے سب خلافت بلا فصل کی دھن میں قرآن کی تحریف کے متعلق دو ہزار سے زائد روایات جیسا کہ اوپر ذکر ہوا رسول صلعم کے اہلبیت کے سرخوٹ چکے تھے جن میں سے مندرجہ ذیل اصحاب کا نام خاص طور پر ذکر کرتا ہوں:- (۱) ثقہ الاسلام ابو یعقوب کلینی مصنف اصول وفروع کافی (۲) شیخ علی بن ابیہم قمی شیخ کلینی۔ (۳) شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی (۴) علامہ لوزی مصنف فصل الخطاب (۵) شیخ مفید (۶) محقق داماد (۷) علامہ مجلسی۔ یہ سب لوگ بڑے زور سے اس موجودہ قرآن کو ناقص غلط اور غیر صحیح الترتیب کہتے ہیں اور موجودہ شیعوں کا یہی مذہب ہے اور مذکورہ چاروں شخص اگرچہ شیعہ دنیا میں بڑی

اہمیت رکھتے ہیں۔ مگر جب ان لوگوں نے نہ معلوم کسی مصلحت سے تحریف قرآن سے انکار کر دیا۔ تو جو عمارت ان بنیادی

ہر وقت کا نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ مگر جب ان لوگوں نے نہ معلوم کسی مصلحت سے تحریف قرآن سے انکار کر دیا۔ تو جو عمارت ان بنیادی

تحریک تبرا اور حکومت بیتی

ذیل میں وہ تقریر درج کی جاتی ہے، جو آنرےبل چودھری نعمت اللہ صاحب ممبر کونسل آف سٹیٹ و سابق راج ہائی کورٹ
الہ آباد و صدر انجمن انسداد تبرا لکھنؤ نے ۱۷ اپریل ۱۹۳۹ء کو گنگا پرشاد میموریل ہال لکھنؤ کے اسلامی جلسہ میں ارشاد فرمائی جس
کے مطالعہ سے شیعوں کی تبرا بازی کی لغویت اور حکام لکھنؤ کی غیر ذمہ دارانہ حرکتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ (مدیر)

انجمن اسی ہال کے اندر ۱۹۳۹ء میں اس غرض سے قائم
ہوئی تھی۔ کہ تحریک تبرا کے خلاف جو اس وقت زور شور سے
چل رہی تھی، احتجاج کیا جائے۔ یہ نا انصافی ہوگی اگر اس کا اعتراف
نکلیا جائے کہ کانگریس گورنمنٹ نے جو اس وقت برسر اقتدار تھی
اس تحریک کو کامیاب نہ ہونے دیا اور تبرا کہنے والوں پر مقتدا
فوجداری بے دریغ قائم کرائے۔ آج ہم لوگ پھر یہاں جمع
ہوئے ہیں، لیکن مقصد کسی قدر مختلف ہے۔ موجودہ گورنمنٹ
نے ایک شیعہ جلوس میں ایسی چیزیں بڑھنے کی حمایت کی ہے
جو تبرا ہے۔ آج ہم اس کے طرز عمل کے خلاف احتجاج کرنے
کی غرض سے یکجا ہوئے۔ اس مسئلہ کی گزشتہ تاریخ اور جو
واقعات پیش آچکے ہیں۔ ان کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ توقع
حق بجانب تھی کہ گورنمنٹ اپنا طرز عمل ان کا لحاظ رکھتے ہوئے
قائم کرے گی۔ لیکن نہایت تعجب ہے کہ حکام نے ایسی ش
اختیار کی، جو تمام ان روایات کے برعکس ہے جو امت دینی
عہد حکومت انگریزی سے چلے آتے ہیں۔

یہ انجمن اسی ہال کے اندر ۱۹۳۹ء میں اس غرض سے قائم
ہوئی تھی۔ کہ تحریک تبرا کے خلاف جو اس وقت زور شور سے
چل رہی تھی، احتجاج کیا جائے۔ یہ نا انصافی ہوگی اگر اس کا اعتراف
نکلیا جائے کہ کانگریس گورنمنٹ نے جو اس وقت برسر اقتدار تھی
اس تحریک کو کامیاب نہ ہونے دیا اور تبرا کہنے والوں پر مقتدا
فوجداری بے دریغ قائم کرائے۔ آج ہم لوگ پھر یہاں جمع
ہوئے ہیں، لیکن مقصد کسی قدر مختلف ہے۔ موجودہ گورنمنٹ
نے ایک شیعہ جلوس میں ایسی چیزیں بڑھنے کی حمایت کی ہے
جو تبرا ہے۔ آج ہم اس کے طرز عمل کے خلاف احتجاج کرنے
کی غرض سے یکجا ہوئے۔ اس مسئلہ کی گزشتہ تاریخ اور جو
واقعات پیش آچکے ہیں۔ ان کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ توقع
حق بجانب تھی کہ گورنمنٹ اپنا طرز عمل ان کا لحاظ رکھتے ہوئے
قائم کرے گی۔ لیکن نہایت تعجب ہے کہ حکام نے ایسی ش
اختیار کی، جو تمام ان روایات کے برعکس ہے جو امت دینی
عہد حکومت انگریزی سے چلے آتے ہیں۔

قدح، تنقید اور تبرا مترادف الفاظ ہیں

زمانہ حال میں لفظ تبرا کے متعلق عجیب عجیب ترکیبیں
کی گئی ہیں۔ قدح صحابہ و تنقید صحابہ وغیرہ حکام کو دھوکہ
دینے کے لئے استعمال کئے جانے لگے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے
کہ جو کچھ ان سے مفہوم ہے وہ تبرا سے مختلف ہے۔ واقعہ یہ
ہے کہ ہمارے حکام اس کی اہلیت نہیں رکھتے کہ وہ ایسے
معاملہ میں بلا ادا کسی واقف کار کے صحیح رائے قائم کر سکیں۔
در اصل قدح صحابہ ہو یا تنقید صحابہ وہ سب دوسرے

الفاظ میں تبرا ہے۔ ہر بات جس سے صحابہ رضی اور خصوصاً
خلفاء کی توہین مقصود ہو، تبرا ہے اور قانوناً جرم ہے۔ مجھے
یاد ہے کہ جب کانگریس گورنمنٹ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ سٹیبل
کے جلوس کے مقابلہ میں شیعوں کو جلوس نکالنے کی آزادی
ہونا چاہیے اور نیز یہ کہ جیسے سنیوں کو اپنے عقائد کے
مطابق خلفاء کی تعریف کرنے کا حق ہے۔ ویسے شیعوں کو

گورنمنٹ کے اختیارات کی تحدید

سب سے آخر کیونکہ جو گورنمنٹ نے شائع کیا ہے۔ اس
میں بتایا گیا ہے کہ گورنمنٹ کو کوئی اختیار کسی حق کے لینے یا
دینے کا نہیں ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن اگر اس کا
نشاہت منہ یہ بھی ہے کہ کانگریس گورنمنٹ کے کیونکہ نے
کوئی حق کسی کو دیا ہے تو یہ نظر یہ کیونکہ مذکور کی غلط فہمی اور
غلط تعبیر پر مبنی ہے۔ ہر گورنمنٹ اپنے اغراض کے لئے اسکا

محشریٹ کے اختیارات سے متعلق ہے اور وہی امن دان کے ذمہ دار ہیں۔ اس طرح گو یا گورنٹ نے یہ باور کرنا چاہا کہ ڈسٹرکٹ محشریٹ اس معاملہ میں خود مختار ہیں لیکن ایسے کیونک سے کسی کو دہوکہ نہیں ہوا۔ بلکہ بات ظہر من الشمس ہے کہ اس مابین میں جو کچھ کارروائی ڈسٹرکٹ محشریٹ نے کی اس کی بابت اوپر سے ہدایت آتی رہیں۔

مسلمانوں سے دہوکہ

اس کیونک کا جو اثر عوام پر ہوا، وہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ ایک طرف تو شیعہ حلقوں میں بہت اظہارِ مسرت کیا گیا اور شیعہ اخبارات نے کیونک مذکور سے کانگریس پالیسی کا مسترد ہو جانا ظاہر کیا۔ برخلاف اسکے کیونک کے مضمون سے شیعوں میں کوئی خاص تشاؤ پیدا نہیں ہوا۔ ایسے مختلف اثرات جو کیونک نے پیدا کئے۔ ان کا اجمالی حال اب کھلا شیعہ حضرات کو اپنے معلومات کی بنا پر اس کے اجمالی مقاصد کا پہلی اندازہ ہو گیا تھا۔ لیکن سنی پبلک کو جو صرف مضمون کیونک سے رائے قائم کر سکتی تھی۔ اس کا شبہ نہیں ہوا کہ اس کے پس پردہ اور بھی کوئی دازبے۔ جن جن روز بارہ دفاترِ قرب آتا کیا سنیوں کو یہ محسوس کرایا گیا کہ ڈسٹرکٹ محشریٹ ان کے جلوس کا معقول انتظام کریں گے اور سنیوں نے بھی ان کو یقین دلایا کہ وہ تمام معقول شرائط کی پابندی کرینگے برابر سنی اسی خواب غفلت میں رکھے گئے کہ ان کا جلوس حسب دستور نکلا جائے گا۔ لیکن ان کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی جب ۵ مارچ ۱۹۷۱ء کو صرف پانچ روز پیشتر یکایک یہ معلوم ہوا کہ ان کے جلوس کے مقابلہ میں اسی دن ایک شیعہ جلوس نکلوایا جائے گا جس میں چند تاریخی واقعات جو سنی کتب سے لئے جائیں گے۔ بیان کرنے کی اجازت ہوگی۔ سب سے پہلے یہ خبر ان چند سنیوں کے گوش گزار

ان ہستیوں کی ہاتھ اپنے عقائد کے اظہار کی اجازت ہونا چاہئے۔ اس وقت یہی معیار تہ نظر رکھا گیا تھا کہ جو کچھ جلوس میں پڑھا جائے۔ اس میں خلفاء کی توہین نہ ہونا چاہئے لیکن کوئی ایسی چیز جس کا پڑھنا تجویز کیا گیا، نہ پائی گئی جس میں خلفاء کی توہین نہ ہو۔ چنانچہ یہ مطالبہ مسترد کر دیا گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کی مطلب برآری کسی ایسے جوانی جلوس سے نہیں ہو سکتی جس میں خلفاء کی توہین نہ ہو سکے۔ جب کبھی اس معاملہ کی بابت گفت و شنید ہوتی دو دنوں جماعتوں کے مقتدہ حضرات سے مشورہ کیا گیا اور اس کے بعد فیصلہ ہوا۔

ڈسٹرکٹ محشریٹ کی آرٹیں مت کی کارستانی

کانگریس گورنٹ کے مستعفی ہو جانے کے بعد ۱۹۷۱ء میں اسی قسم کا پھر مطالبہ شیعہ حضرات کی طرف سے ہوا۔ اگرچہ اس وقت کی گفت و شنید میں شریک نہیں تھا۔ لیکن مجھے یقین واثق ہے کہ کنور جبیر سنگھ صاحب نے جو اس وقت ڈپٹی کمشنر تھے۔ اس طریقہ کو جائز نہیں قرار دیا۔ ان واقعات سے واضح ہے کہ شیعہ حضرات کو جلوس کے ساتھ خلفاء کے متعلق توہین آمیز کلمات استعمال کرنے کی نہ صرف کانگریس گورنٹ نے بلکہ موجودہ گورنٹ کے زمانہ میں بھی اجازت نہیں دی گئی لیکن جیسا کہ واقعات بعد سے معلوم ہوا، ان کی جانب سے درپردہ پروپیگنڈہ جاری رہا۔ اور ان کی جلد جہد ۱۹۷۱ء میں کامیاب ہوئی۔ کنور جبیر سنگھ صاحب جو اس کے متعلق صحیح عمل درآمد کر چکے تھے۔ ان کا تبادلوں تھوڑا عرصہ قبل دوبارہ دفاتر ہو گیا۔ اور ان کی جگہ پر ایک ایسے افسر کا نقرہ ہوا جو اس مسئلہ سے بالکل نا بلو تھے اس کے بعد گورنٹ نے پھر ایک کیونک شائع کیا جس میں یہ اعلان کیا گیا کہ سنی شیعہ کا تنازعہ ڈسٹرکٹ

کی گئی۔ جو ڈپٹی کمشنر صاحب سے اپنے جلوس کے متعلق
ملنے گئے تھے۔ اُن کو ایک درخواست چند شیعہ حضرات
کی دکھلائی گئی جس میں یہ اجازت چاہی گئی تھی کہ
آٹھ تاریخی واقعات شیعہ جلوس میں پڑھے جانے کی اجازت
دی جائے۔

تاریخی واقعات کے نام سے صحابہ کی ناقابل پرداشت توہین

وہ درخواست اُن سنی حضرات کو دکھلائی گئی اور
انہوں نے صرف تین واقعات پڑھنے کے بعد کہا کہ بقیہ مضمون
پڑھنے کی اُن کو تاب نہیں ہے۔ سمجھے ان واقعات کا علم ہی
حضرات کے بتلانے سے ہوا ہے۔ الخضر جب یہ خبر شہر
میں پھیلی تو چند سنیوں نے جو اپنے جذبات پر زیادہ قابو
رکھ سکتے تھے، یہ خواہش ظاہر کی کہ جو کچھ شیعہ جلوس
میں پڑھا جائے گا۔ اس کی نقل سنیوں کو دی جائے تاکہ
یہ رائے قائم کی جائے کہ اس میں کوئی قابل اعتراض بات
ہے یا نہیں؟ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس کی نقل نہیں
دی اور یہ فرمایا کہ اس کے پڑھنے سے سنی جذبات کو ٹھیس
لگے گی۔ اسی حالت میں یہ بات مان لینا چاہیے کہ ایک
ایسی چیز جو غالباً نظم تھی۔ پڑھی جانے والی تھی جس
میں صحابہؓ کی سخت توہین تھی۔ اس موقع پر سورت
حال یہ تھی کہ یہ بات صیغہ مراز میں رکھی گئی کہ جو تاریخی
واقعات شیعہ جلوس میں بیان کئے جانے والے تھے
وہ کیا تھے اور کن کتابوں سے اخذ کئے گئے تھے لیکن
اس میں شبہ نہیں کہ اُن مضامین سے شیعہ جلوس
کی غرض اسی حالت میں پوری ہو سکتی تھی کہ اُن سے
سنیوں کی دل آزاری ہو سکے۔ تاکہ اس سے متاثر ہو کر
وہ صلح کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی غیر ذمہ دارانہ حرکت
مجھے سخت تعجب ہے کہ اُن مضامین کے پڑھے جانے
کے متعلق صاحب موصوف نے تعزیرات ہند کا بالکل لحاظ
نہ رکھا اور غالباً سرکاری مشین قانونی سے بھی کوئی مشورہ
نہیں کیا گیا۔ بہر حال اس میں شبہ نہیں ہے کہ جو کچھ
پڑھے جانے کی اجازت دی گئی۔ وہ جرم کی حد تک ضرور تھا
یہ بھی ایک تعجب خیز امر ہے کہ حکام نے اجازت دینے
کے قبل اس پر غور نہیں کیا۔ کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ تاریخی
واقعات سنی کتابوں سے سہ اپنے اصلی مفہوم کے ایک نظم
میں بلا کم و کاست لائے جاسکیں۔ نہ یہی ممکن معلوم ہوتا
ہے کہ مصنف نے جو کچھ کسی واقعہ کے متعلق لکھا ہے وہ
سب نظم میں آجائے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب تک یہ شرائط
پورے نہ ہوں۔ تاریخی واقعات اگر چہ سنی کتابوں سے
لئے جائیں تاہم اس طرح نظم کئے جاسکتے ہیں کہ
جس سے توہین صحابہؓ متصور ہو۔

سنی مصنفین پر بدترین افرا

میرے خیال میں ایسی نظم سے نہ صرف صحابہؓ کی توہین
ہے۔ بلکہ اُن سنی مصنفین پر بھی افرا ہے جن کی کتابوں
سے اُن واقعات کا لیا جانا جاتا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے
کہ اُن سنی مصنفین نے اپنی کتابوں میں تاریخی واقعات
اس شکل سے دکھلائے ہوں کہ ان سے صحابہؓ کی توہین
اور سنیوں کی دل آزاری ہوتی ہو۔ اس فتنہ انگیز درخواست
پر جو حکام نے منظور کر لی، مزید تنقید تصبیح اوقات ہے۔

قیام امن یا نقص امن؟

صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے استصواب کرنے پر یہ
بتلایا کہ شیعہ جلوس انہوں نے محض امن وامان قائم رکھنے

کے لئے جائز رکھا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ دونوں فریق اپنے اپنے جلوس میں مصروف رہیں گے۔ اور نقض اس کا کوئی موقع نہ ہوگا۔ "سبحان اللہ" یہ عجیب طریقہ امن وامان قائم رکھنے کا صاحب موصوف نے سوچا۔ یہ ہمیشہ کہا جاتا ہے کہ ایک جلوس کے انتظام میں ایک کثیر پولیس اور فوج کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ جب دو مخالف گروہ کی تنظیم ایک ہی شہر میں ایک ہی دن روا رکھی جائے گی۔ تو یہ یقین کرنا محال ہے کہ اس سے امن وامان کی حفاظت ہوگی۔ جوہد اوقات بعد کو پیش آئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دراصل حکام کو یہ توقع تھی تو وہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئی۔ جیسے ہی جلوس تبرکاتی خبر ہوئی ویسے ہی شہر میں اتنی بے چینی پیدا ہو گئی کہ خون ریزی یقینی تھی۔ اور ایسی حالت میں دونوں جلوسوں کی زبردفعہ ۱۴۴۷ھ ضابطہ فوجداری مالت کرنا پڑی۔ وہ تمام منصوبہ جو خام خیالی پر مبنی تھا اور جو صیغہ راز میں رکھا گیا تھا، بالکل بیکار ثابت ہوا۔ بجائے حصول مقصد کے ایک فتنہ عظیم برپا ہو گیا۔ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اس واقعہ سے محافظین امن وامان کی وقعت جو لوگوں کے دلوں میں تھی۔ اس میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوا۔

اہل سنت کیلئے خطرہ عظیم

جہاں تک سنی پبلک کا تعلق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کی مذہبی اور اخلاقی زندگی کے سامنے ایک بڑا خطرہ موجود ہو گیا ہے۔ گورنمنٹ کی پالیسی میں ایسے مطالب مضر ہیں جن کو بڑی وسعت دی جاسکتی ہے جس اصول پر گورنمنٹ کا رنڈ ہوتا چاہتی ہے۔ وہ کھلے الفاظ میں یہ ہے کہ اگر کشنی بالا اعلان مدح صحابہ نہ کریں تو شیعوں کے لئے مخالفت میں صرف آنا ضروری ہے

کہ نقض امن پر آمادگی ظاہر کر کے ایک دل آزار رسم پر اصرار کریں۔ اور ایسی صورت میں حکام کو اختیار ہوگا کہ شیعوں کی خوشنودی کے لئے ایسی مراسم ادا کرنے کی اجازت دیدیں جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین ہو۔ مجھے یقین کامل ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا گورنمنٹ کو ہرگز ایسا اختیار نہیں ہے۔ اور یہ سخت بہت دھرمی ہوگی۔ اگر کسی فرقہ کی دلجوئی کے واسطے حکام مطلق العنان ہو کر قانون فوجداری کو نظر انداز کریں۔

کیا خارجہ جیوں کو حضرت علیؑ پر تبرکاتی اجازت دی جائے گی؟

اس سلسلہ میں میں یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ اگر ایسے مراسم روا رکھے جائیں جن کی غرض محض بدلہ لینا ہے تو ان کے لازمی نتیجہ کو یاد رکھنا چاہئے۔ مسلمانوں میں ایک جماعت از نام خارجی بھی ہے جن کے عقائد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق ہم سب کو معلوم ہیں حضرات شیعہ ہر سال سیکڑوں جلوس تعزیر داری نکالتے ہیں سنیں کے عقائد تعزیر داری کے متعلق شیعوں سے بہت مختلف ہیں۔ اگر خارجی جماعت اپنے

عقیدہ کے مطابق بدلہ لینے والے جلوس نکالنا چاہیں۔ تو مندرجہ بالا اصول کے ماتحت ان کو اجازت ہونا چاہئے۔ حکام نے ہمارے سامنے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ سنوں میں وہ لوگ جن کو جلوس مدح صحابہ رضی اللہ عنہم میں انہماک نہ تھا۔ مجبور ہو گئے ہیں کہ جلوس کا مطالبہ کریں۔ جلوس مدح صحابہؑ اب نئی چیز نہیں کہی جاسکتی۔

گزشتہ ۳۲ سال سے اس کا مسئلہ ہمارے سامنے رہا ہے۔ اس زمانہ میں وقتاً فوقتاً جلوس نکلا اور اکثر روک ٹوک بھی ہوئی۔ لیکن بالآخر ۱۳۹۵ھ میں ایک ایسی گورنمنٹ نے جواز دے کر ایکٹ پارلیمنٹ

سے یہ کہنے پر تیار نہیں ہیں کہ وہ تحریک برائے سائنس اگرچہ وہ سرکاری حمایت میں ہو، سہر تسلیم غم کریں۔ اگر حکام کے دل اور استقلال سے قانون پر کاربند ہوں۔ تو کوئی ایسی مشکل اس مسئلہ میں نہیں ہے جو لا حل ہو۔ البتہ اگر امن و امان قائم رکھنے کے حیلہ سے ایسے اختیارات محفوظ رکھنا چاہتے ہیں جو ان کی مرضی کے موافق برتے جاسکیں۔ تو وہ اندرونی کاٹ پیچ کا دروازہ کھول دیں گے اور متخاصمین حکام رسمی و طلاقاً تو ان کے ذریعہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ اور یہ نہایت ناپسندیدہ طریقہ ہے۔ میں نظریہ مندرجہ بالا کے ماتحت ایک حل پیش کرتا ہوں۔

حکام کے اختیارات کی حد بندی

سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ حکام کے اختیارات کہا ہیں۔ اس کا جواب آپکو یہ ملے گا کہ پولیس ایکٹ کے رو سے کوئی جلوس یا پبلک جیل روکا نہیں جاسکتا صرف قیود مانڈ کئے جاسکتے ہیں۔ ازروئے دفعہ ۴۴ اضابطہ فوجداری مجسٹریٹ صرف دو مہینہ کے لئے روک سکتا ہے۔ یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ اس میعاد کی تجدید بار بار نہیں ہو سکتی۔ البتہ گورنمنٹ اس میعاد کی توسیع کر سکتی ہے اس کے بعد دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ سنیوں اور شیعوں کو کیا کیا کرنے کا حق ہے؟ اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ دونوں فریق اپنا اپنا جلوس نکال سکتے ہیں بشرطیکہ جلوس کا نام اور اس میں جو کچھ پڑھا جائے والا ہے وہ قانوناً اس کو ناجائز نہ بتاتا ہو۔ رہ گیا یہ امر کہ جواز عدم جواز کا فیصلہ کون کرے گا؟ اس کے متعلق یہ ماننا پڑے گا کہ مجسٹریٹ منسلک محض اپنی واقفیت سے کام لے کر ایسے مسائل کا فیصلہ کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ لہذا اگر کوئی مسئلہ غیر طے شدہ ہو۔ تو ایک ایسی پچائیت کا

قائم ہونی تھی۔ اپنی پالیسی کا اعلان کیا۔ یہ پالیسی سراسر مسئلہ اصول قانونی پر مبنی ہے۔ اس سال ہی پالیسی پر عمل درآمد ہوا۔ اور پھر ۱۹۷۴ء میں موجودہ گورنمنٹ کے عہد میں اس پر عمل درآمد ہوا۔ لیکن ۱۹۷۴ء میں اسی گورنمنٹ نے اس پالیسی میں تبدیلی تجویز کی ہے۔ کہ جلوس مدح صحابہ جو اس دوران میں دو بار نکل چکا تھا۔ ایسے جلوس کے ساتھ منسلک اور لازم و ملزوم کر دیا جائے۔ جو قانوناً انکار جرم یا اعانت مجسٹریٹ ضلع منظور ہے۔ یہ صورت ہمارے پیش نظر ہے۔ میں نہایت دونوں کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ کوئی سنی (اس کے جلوس کے متعلق کیسے ہی خیالات ہوں) اس کو ردو نہیں رکھ سکتا کہ مدح اور مذمت ایک سطح پر رکھی جائیں

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا تجاہل

میں نے صاحب مجسٹریٹ ضلع کے اس بیان کو پڑھا جوہ ۱۱ اپریل ۱۹۷۷ء کے اخبارات میں شائع ہوا ہے صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ انہوں نے شیعوں کو نہ تبرہ کی اجازت دی نہ قدر صحابہ اور تنقید صحابہ کی (ان الفاظ سے جو معنی ان کے ذہن میں ہوں) لیکن موصوف اب بھی واضح نہیں کرتے کہ وہ کیا چیز تھی جس کے پڑھنے کی اجازت انہوں نے دی تھی۔ بظاہر کھلے لفظوں میں وہ اس کے انکار پر تیار نہیں ہیں کہ اس سے سنیوں کی دل آزاری ہوتی۔ اسی بیان میں صاحب مجسٹریٹ ضلع نے صلح کی بابت اپیل کی ہے۔ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اس اپیل میں نیک نیتی کی بونگم پائی جاتی ہے جو طرز عمل انہوں نے اب تک ظاہر کیا ہے۔ اس سے صلح کی امیدوں پر پانی پڑ گیا ہم میں ایسے اشخاص بھی تھے۔ جو ابتدا سے طریقہ صلح کی جستجو میں برابر رہے ہیں۔ لیکن وہ ہرگز سنی عوام

سوا اس کے کچھ نہیں ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام کی توہین اور اہل سنت و اجماعہ کی دل آزاری ہو، اسلئے یہ جلسہ حکام کے اس طرز عمل کے خلاف نہایت پُرزور الفاظ میں صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔

محترم :- شیخ نقیال علی صاحب ایڈووکیٹ و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ لکھنؤ۔

مویدین :- شیخ رشاد شاہ حسین قدوائی بیرٹر و قلعہ دار گھوہ و مولوی محمد نسیم صاحب ایڈووکیٹ۔

تجویز (۳)

یہ جلسہ اہل سنت و اجماعہ کے اس جائز حق کے استعمال پر جو ان کو علی الاعلان عام جلسہ مدح صحابہ کرنے کا اور جلوس مدح صحابہ نہ نکالنے کا حاصل ہے، اہرا کرتا ہے۔
محترم :- مرزا احمد حسن عرف تجن صاحب ایڈووکیٹ و میونسپل کمشنر۔
موید :- شیخ سراج حسین صاحب ایڈووکیٹ۔

تجویز (۴)

یہ جلسہ انجمن انسداد تبرکات کی مجلس عاملہ کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ مالک متحدہ اگر وہ داد دھ کے خاص خاص شہروں اور قصبوں میں اپنی انجمن کی شاخیں اس فرض کے لئے قائم کرے کہ اہل سنت و اجماعت کے جلوس مدح صحابہ کو بلا کسی قسم کی پابندی کے نکلنے میں اور ان مہستیوں کی یادگاریں جن کا وہ احترام کرتے ہیں، عام جلسے منعقد کرنے میں رائے عامہ کو علی جامہ پہنائے۔
محترم :- مولوی سید ظہور احمد صاحب ایڈووکیٹ۔
موید :- فاضلہ بیگم صاحبہ۔

فیصلہ قلمی مانا جائے جس میں ایک یا زیادہ سُنی و شیعہ وغیر مسلم باشندگان لکھنؤ پہنچ ہوں۔ یہ ایک ایسی بنیاد ہوگی جس پر سُنی و شیعہ اتحاد کی ایک تحکم عمارت بنائی جاسکے گی۔ اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی پالیسی کے الٹ پھیر سے سُنی و شیعہ دونوں محفوظ رہ سکتے ہیں۔

میں اپنے شیعہ بھائیوں سے اور نیز گورنمنٹ سے ملتی ہوں کہ اس تجویز پر غور فرمائیں :-

تجاویز

جلسہ عام انجمن انسداد تبرکات لکھنؤ

منعقدہ ۱۷ اپریل ۱۹۴۱ء

بمقام گنگا پرشاد میموریل ہال، امین الدین پارک لکھنؤ
زیر صدارت آنریبل چودھری نعمت اللہ صاحب ایڈووکیٹ
صدر انجمن انسداد تبرکات لکھنؤ۔

تجویز (۱)

یہ جلسہ نہایت پُرزور الفاظ میں واضح کرتا ہے کہ صحابہ کرام کی شان کے خلاف اشارہ یا کنایہ کسی قسم کے الفاظ کا استعمال تبرکات ہے اور گورنمنٹ سے مطالبہ کرتا ہے کہ انسداد جرم تبرکات میں پہلو تہی نہ کرے۔

محترم :- مولانا سید ابوالحسن صاحب معلم دارالعلوم ندوۃ العلماء۔

مویدین :- حکیم خواجہ شمس الدین صاحب میونسپل کمشنر و مولانا محمد عتیق صاحب ناظم مدرسہ قدیمیہ نظامیہ فرنگی محل۔

تجویز (۲)

چونکہ حکام نے ناواقف اندیشی سے گزشتہ بارہ وقت کے دن چند شیعہ حضرات کو ایک ایسا جلوس نکالنے اور اس میں ایسے بیانات لکھنے کی اجازت دی جس کا مقصد

خریدارین شمس الاسلام بوقت خط و کتابت اپنا نمبر خبری ضرور لکھائیں۔
(میجر)

ملاحظہ

امیر حزب الانصار کا تبلیغی دورہ

امیر حزب الانصار نے ماہ اپریل دہلی میں صوبہ پنجاب کے متعدد قصبات و دیہات کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ آپ ۲۴ مارچ ۱۹۴۷ء کو بھیرہ سے روانہ ہوئے۔ مدہ رانجھا۔ چھنی ڈال۔ بھلووال (ضلع شاہ پور) نور پور سیٹھی (ضلع جہلم) ڈیرہ اسماعیل خاں۔ دہووار (ضلع ڈیرہ غازی خاں) بنوں۔ لاہور شہر۔ لاہور چھاؤنی۔ سن کالر۔ واربرٹن (ضلع شیخوپورہ) لائل پور۔ گجرات جہلم۔ رہتاس (ضلع جہلم) گوجرانوالہ۔ ٹیکسلہ۔ بھٹنی (ضلع ہزارہ) راولپنڈی۔ گولڑہ شریف۔ اچھرہ (ضلع لاہور) کوٹ مومن (ضلع شاہ پور) دیگر متعدد مقامات پر آپ کی بصیرت افروز تقاریر ہوئیں۔ تبلیغی جلسے منعقد ہوئے اور اعلیٰ کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا گیا۔

قائد اعظم فوج محمدی کا دورہ

حضرت قبلہ صاحبزادہ محمد زین الدین صاحب قائد اعظم فوج محمدی نے عیسیٰ خیل۔ دکھر۔ گلاں والہ۔ چوراں والا۔ کیمیل پور۔ سلطان خیل۔ کلور۔ بکلوں والا۔ تراب و دیگر مقامات کا طوفانی دورہ کیا۔ ہر جگہ آپ نے فوج محمدی کے اسلامی مطالبات کی اہمیت سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

تحریک مدح صحابہ اور حزب انصار

پنجاب کے متعدد مقامات مثلاً بھیرہ، ترک، کالاباغ۔ ٹیکسلہ۔ راولپنڈی۔ لائل پور وغیرہ میں حزب الانصار کی سرپرستی میں لکھنؤ کے سنی مجاہدین کی خدمت میں ہدیہ تبریک

پیش کرنے اور حکومت یو۔ پی کے نامنصفانہ احکام اور دلائل روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے جلسے منعقد کئے گئے۔

حزب انصار اور فوج محمدی کے اسلامی مطالبات

طول و عرض پنجاب میں تائیدی جلسے حزب الانصار اور فوج محمدی کی طرف سے حکومت پنجاب کی خدمت میں جو مطالبات پیش کئے گئے تھے ان کی تاثیر میں کم و بیش سائے مقامات پر جلسے منعقد ہو چکے ہیں۔ جن میں ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگوں نے ان مطالبات کی جلد از جلد منظوری کو ضروری قرار دیا۔ محترم میران انقلاب، شہباز، احسان اور زمیندار نے تائیدی مشورے تحریر فرمائے۔ محترم وزیر اعظم حکومت پنجاب کی خدمت میں پنجاب کے طول و عرض سے اس بارہ میں مراسلات موصول ہوئے۔ مگر ابھی تک حکومت پنجاب کی طرف سے کسی قسم کا عملی اقدام اس سلسلہ میں نہیں ہوا۔ مسلم ارکان اسمبلی کا فرض ہے کہ جلد از جلد ارکان حکومت پر ان مطالبات کی اہمیت واضح کریں۔ مسلمان جماعتوں، انجمنوں اور سوسائٹیوں کا فرض ہے کہ حکومت کے کالوں تک مسلسل آواز حق پہنچاتے رہیں۔ انشاء اللہ شاعت آئندہ میں حکومت پنجاب کے ساتھ خط و کتابت کے نتیجے سے قارئین کو روشناس کرایا جائے گا۔

(منجانب قائد ادارہ عالیہ محمدیہ)

مواصلت

مرزائیوں کی شکست

۳۰ اپریل ۱۹۴۱ء کو موضع مراد پور متصل مکیریاں ضلع ہوشیار پور اہلسنت و الجماعت اور مرزائیوں میں ختم نبوت اور صدق و کذب مرزا پر بدست مناظرہ ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا لال حسین اختر مناظر تھے۔ اور مرزائیوں کی طرف سے عبدالقادر مولوی فاضل اور ڈاکٹر عبدالحق مناظر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرزائیوں کو دونوں مناظروں میں ذلیل ترین شکست ہوئی۔ مناظرہ کیا ہوا۔ مرزائیت کا پول کھل گیا۔ فالحمد للہ علی ذلک (مولوی غلام رسول صدر مدرس مدرسہ عربیہ مکیریاں ضلع ہوشیار پور)۔

ترک مرزائیت

موضع پنڈی بھاگو ضلع سیالکوٹ میں مرزائیوں نے عرصہ سے اُدھم مچا رکھا تھا۔ قادیان سے آیا ہوا مرزائی مبلغ رات دن مسلمانوں کو درغللہ رہا تھا۔ چند روز دل رکھنے والے مسلمانوں نے مولانا لال حسین اختر کو پنڈی بھاگو بلوایا۔ مجھے بھی دعوت دی گئی تھی میں مولانا، رمی کو وہاں پہنچا۔ مرزائی مبلغ کو مولانا کی آمد کا علم ہوا تو وہ ہمارے پہنچنے سے پیشتر ہی قادیان کو بھاگ گیا۔ نزدیک مرزائیت پر دھواں دھار تقریریں ہوتیں۔ مرزائیوں کو چیلنج دیا گیا۔ لیکن انہیں ہمت نہ ہوئی کہ شرائط مناظرہ طے کرتے یا قادیان سے کسی مناظرہ کو بکولتے۔ غارتہ اُٹھیں پر مرزائی فریب آشکارا ہو گیا۔ دو جغادری مرزائی مجمع عام میں مولانا لال حسین صاحب اختر کے ہاتھ پر تائب ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ تاج محمد نمبر دار دل غلام حسین ساکن پنڈی بھاگو ضلع سیالکوٹ (تندرکھا دل محمد کشمیری ساکن پنڈی بھاگو ضلع سیالکوٹ (مولوی)

بشیر احمد خطیب جامع مسجد سپرور ضلع سیالکوٹ۔
مسلمانان کا لا باغ کے جلسہ کا دعویٰ

بروز جمعرات بوقت صبح ۱۰ بجے اسلامیہ فقیریہ سکول جامع مسجد کلاں کالا باغ کا ماہواری جلسہ قرار پایا جس میں سکول کے طلبہ اور اساتذہ کرام کے علاوہ انجمن کے چند نمبران اور طلبہ سکول کے رشتہ دار اور شہر کے چند مغزین شریک ہوئے۔ جس میں مندرجہ ذیل صاحبان نے جلسہ کو اپنی دلہ انگیز تقریر سے بہرہ اندوز فرمایا۔

(۱) جناب مولانا حافظ نور احمد صاحب خطیب جامع مسجد نے حمد و ثنا کے بعد اپنے شہر کے سٹیٹ آف کالا باغ۔ جناب نواب زادہ صاحب بہادر کا شکیہ ادا کیا کہ آپ نے جامع مسجد کلاں جو کہ لب دریائے سندھ پر واقع ہے گزشتہ ۲۵ء کے سیلاب سے شکستہ و ٹالوٹہ بہ حالت میں ہو گئی تھی۔ زر کثیر خرچ فرما کر مسجد مذکور کو چار چاند لگا دیے۔ مسجد مذکورہ کو زیادہ بار و فح کرنے کے لئے مسجد میں اسلامیہ مکتب کا اجراء فرما کر اساتذہ کرام کی تنخواہ کا ذمہ لے کر شہر کے امیر و غریب بچوں کو دینی و دنیاوی تعلیم سے بہرہ اندوز فرمایا۔

(۲) اس کے بعد ماسٹر جمال الدین صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ فقیریہ سکول نے جریدہ شمس الاسلام کی خدمت پر روشنی ڈالی اور کا کہنا کہ "شمس الاسلام" کی بہت کامیابی فرمایا۔

(۳) ازاں بعد ماسٹر محمد عبدالعزیز صاحب نے برود مدرسین کی تائید فرماتے ہوئے جریدہ شمس الاسلام اور اس کے کارکنوں اور سکول کمیٹی کی خدمات پر روشنی ڈالی۔ (۴) ایم خدابخش صاحب بق انچارج اسلامیہ سکول نے اسلامیہ قواعد اور فوج محمدی کی خدمات کو مد نظر رکھ کر تقریر کو جاری رکھتے ہوئے حضرت فاروق اعظمؓ کی سوانح عمری

پر روشنی ڈال کر اساتذہ کرام کی خدمت میں بچوں کے لئے اسلامی ڈرل کے متعلق اور حاضری سکول لگانے کے لئے نظم خوانی اور لٹیک کی عادت بچوں میں ڈالنے کے لئے چند ہدایات فرمائیں۔

(۵۶) اس کے بعد نور محمد صاحب آزاد نے حاضری جلسہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے علاقہ میں حضرت مولانا مولوی حاجی فخر الزمان صاحب سجاد نشین قائد غوج محمدی کا وجود مبارک ہمارے لئے باعث رحمت ہے۔ یہ سب حضور ہی کی ذرہ نوازی ہے۔ کہ ہمیشہ کالا باغ میں تشریف فرما کر ہماری تعلیمی حالت کو ترقی دینے اور سدھارنے کی کوشش بلیغ فرماتے رہتے ہیں۔

حضرت ممدوح کی شہر بانی و ایثار کا نتیجہ ہے کہ شہر کالا باغ میں ایک مسلم سوسائٹی ہے۔ جو کہ ہر چند مسلمانوں کی تکلیف کو سہتے اہم قدر رفیع کرتی رہتی ہے اور مسجد کو مری رونق کو دوبالا فرمانے کے لئے۔ اس سوسائٹی کے زیر دست ہر امیر و غریب کے بچوں کے لئے دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے دست مبارک سے سکول کا افتتاح فرمایا۔ جس سے کئی لڑکے ہر سال فیض باب ہو کر مکمل رہے ہیں۔ (۵۷) اس کے بعد سکول کے چند طلبہ نے نہایت خوش الحانی سے حیریدہ "شمس الاسلام" پر نظم پڑھی۔ (سکرٹری جمعیت خدام الاسلام کالا باغ ضلع میانوالی)

اجبار "صدق" لکھنؤ

اگر آپ اپنے کو اور اپنے متعلقین کو عہد حاضر کے فتنوں خصوصاً مغربیت کے سیلاب سے محفوظ رکھنا اور اپنی اسلامیت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو مشہور اسلامی ہفتہ وار اخبار "صدق" لکھنؤ کا مطالعہ آپ کے لئے ناگزیر ہے۔ ملک کے نامور انشاء پرداز مولانا عبدالحامد صاحب بنی اسے دریابادی اس کے ایڈیٹر ہیں اور علاوہ ان کے دوسری موثر تحریروں کے، ان کے ترجمہ و تفسیر قرآن کے اجزایں اس میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے ہیں۔ سالانہ چندہ چار روپے (لکھنؤ نمونہ مفت ملنے کا پتہ:- منیجر اجبار "صدق"۔ مرشد آباد پولیس گولہ گج۔ لکھنؤ

بہترین مضامین کیلئے "انور" ٹپھیے

جو ہندوستان کے مشہور ترین عالم اور اپنے دور کے امام حضرت مولانا محمد انور شاہ انجمیریؒ کی زندہ جہاد پرادگار اور حضرت مرحوم کے فرزند اکبر سید محمد انور شاہ قیصر کی علمی قابلیتوں کا آئینہ دار ہے۔ ایک عرصہ سے ہیبت میں دو دفعہ پابندی وقت کے ساتھ کتابت و طباعت کے محاسن اور بلند پایہ مذہبی مضامین کی دلپذیر خوبیوں کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ سالانہ چندہ عیار

پتہ:- مہتمم حیریدہ "انور" شاہ منزل۔ دیوبند

کتاب بہترین رفیق ہے

اس رسالہ میں مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے کتاب و سنت اور سیاست کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ ناز، خطبہ اور اذان کو خاص عربی زبان میں ہی ادا کرنا چاہیے۔ قیمت علاوہ محصول صرف دو آنے۔

مولفہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، اس لا جواب کتاب میں مذہبی اور سیاسی کی روشنی میں سیاست کی حیثیت سے خاکسار تحریک کے تمام گوشوں کو اس خوبی سے بے نقاب کیا گیا ہے کہ زبان سے بے اختیار صدائے مرجا نکلتی ہے۔ قیمت علاوہ محصول دس آنے۔

اس رسالہ میں عیسائیت کے دو پودے خاکساریت کا دلچسپ موازنہ کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ دونوں جماعتیں عیسائیت کے خود کا شستہ پودے ہیں۔ ایک کالم میں مرزائی لٹریچر کی اور دوسرے کالم میں خاکساری لٹریچر کی عبارتیں باحوالہ درج ہیں۔ قیمت دو آنے محصول ڈاک دو پیسے۔

الجواب المسبب باحادیث سید المرسلین اس کتاب میں سوالات کے جوابات صحیح احادیث سے دیے گئے ہیں معاملات، عادات اور ہر قسم کے مسائل متفرق اس میں موجود ہیں۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک صرف پانچ آنے۔

خاکساری لعنت کے خلاف یہ پہلی کتاب ہے جس نے ہندوستان کے علماء اکرام کو سیداد کیا جس کو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی بلخ کی دستبرد سے محفوظ ہو گیا اور جس کو دیکھ کر خاکساروں کی تعداد کثیر نے خاکساریت سے توبہ کی۔ اس کتاب کی مقبولیت عام کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ساڑھے تین سال کے عرصہ میں چار دفعہ ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر کتابوں ہفتہ کل گئی۔ یہ پانچواں ایڈیشن ہے جس کے ۹۲ صفحات ہیں۔ قیمت فی نسخہ تین آنے۔ محصول ڈاک ایک آنہ۔

یعنی حضرت سیدنا محمد و آلہ ثانی منبرا رسالہ مجددیہ قدس سرہ کے اُن مضامین کا اردو ترجمہ جو حضرت نے رد افین ایران کے اعتراضات کے جواب میں تحریر فرمائے تھے اور جن کو پڑھ کر بہت سے ایرانی شیعہ تائب ہو گئے تھے۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک آٹھ آنے۔

یہ ۵۲۰ صفحات کی ضخیم تذکرہ مشائخ نقشبندیہ کتاب مولانا محمد بخش صاحب ایم اے توکل کی تصنیف ہے جس میں حضرات مشائخ نقشبندیہ کے کیف اور حالات و ملفوفات درج ہیں۔ علاوہ محصول ڈاک دو روپیہ دھج

التصویر الاحکام للتصویر تصویر کا شہری علم بدل میرا یہ ہیں بیان کیا گیا ہے۔ عقلی اور نقلی دونوں قسم کے دلائل کا دلچسپ مجموعہ۔ مولفہ مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک بارہ آنے۔

تمام کتابیں ملنے کا پتہ :- پیرزادہ ابوالصیاء محمد بہار الحق قاسمی - گلوالی دروازہ - امرتسر

تبلیغی کتابیں

کشف التلبیس

مصنفہ مولانا سید ولایت حسین شاہ صفا دیوری۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ "نورایمان" کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار کشتی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے بشیعوں کی طرف سے مسیحیوں میں ہفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس غلبت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرائے میں تبلیغ رد اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطالب اور اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں قیمت حصہ اول ۴۴ حصہ دوم ۶۰ حصہ سوم ۴۴ مکمل طلب کرنے پر ۱۲۰۰ محصول ڈاک علاوہ طبع اقل تعداد صفحات ۹۲، یعنی مشرقی کے عقائد اور اس کی تحریک

المشرقی علی المشرقی

کے خلاف افغانستان، سرحد آزاد اور ہندوستان کے تقریباً ہر خیال کے اکابر علماء و مشائخ اور اہل قلم حضرات کے بیانات اور فتاویٰ، مقتدر مجلس کے فیصلوں اور مشرقی کے متعلق مصری و ترکی اخبارات کی رائے کا قابل قدر مجموعہ قیمت ۳۰ محصول ڈاک اس قیمت فی سینکڑہ پندرہ روپے پہنچاں کتاب کی قیمت آٹھ روپے۔ علاوہ محصول ڈاک

برق آسمانی

جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے عقائد و معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ علاوہ انہیں خلیفہ نور الدین اور مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر عقلی اور نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مزائیں کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ رعایتی قیمت ۴۰

جریدہ "شمس الاسلام" کا شیعہ نمبر المعروف بہ جو اگست ۱۹۸۵ء میں شائع ہو کر خلیج تحنیں حاصل کر چکا ہے۔ اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ شیعہ صاحبان

صور سہرا فیل

کے حق میں گالی ٹوکنا کہیں سخت الفاظ بھی استعمال نہیں کئے گئے مختلف ذرائع، گوناگوں حوالوں اور ان کی مستند کتابوں وغیرہ مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس میں مسند مرجع صحابہ و تبرہ پر قرآن مجید، احادیث نبوی کریم، اقوال ائمہ سادات، صوفیائے کرام کے ارشادات کے عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور اسلامی جہاد اور اکابر ملک کے افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سبزہ صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے ہزار ہا کی ہولناکی تاریخ بیان کئے گئے ہیں حجم ۳۲ صفحات قیمت ۴۴ محصول ڈاک

بشارتِ آئمہ احمد

امرت مسری۔ اس کتاب میں قوی دلیلوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی بشارت "دمبشتر ابوسول" یا قیام بعدی اسمہ احمد کے اصلی اور حقیقی مصداق حضرت احمد مجتبیٰ رحمۃ اللعالمین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اس کا مصداق مگر نہیں ہے۔ حجم ۸۰ صفحے سائز ۱۸x۲۲ قیمت ۴۴ محصول ڈاک

مازیانہ نقشبندیہ

مولفہ مولانا حکیم حافظ عبدالکریل صاحب بکھردی۔ اس کتاب میں مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے قیمت صرف ۴۴ علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ:- نیچر جریدہ "شمس الاسلام" بھیرہ (پنجاب)